قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماھنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ

المرشد لاہور

سی . پی . ایل نمبر ۳

جلد نمبر ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق نومبر ۱۹۹۷ء شمارہ ۴

مدیر:- تاج رحیم ★ سرکولیشن مینجر:- راناجاویداحمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
اداریہ	ایڈیٹر	۳
ختم نبوت۔ معرفت الٰہی۔ تاریخ سلسلہ عالیہ	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
عورت کا مقام	"	۱۴
دین اسلام اور سائنس	صدف اکرم	۲۳
شیطان کے چیلے	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۸
جینا آخرت کے لئے	"	۳۷

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور
فون:- ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ:- ماہنامہ المرشد ۔ اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور: ۵۱۸۰۴۶۷

ماہنامہ **المرشد** کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

اداریہ

فرد ہو یا جماعت زندگی بسر کرنے کے لئے آداب اور سلیقہ درکار ہے اور یہ کام صرف تعلیم دینے اور تعلیم حاصل کرنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ زندگی بسر کرنا محض ایک فلسفہ یا علم نہیں بلکہ ایک فن۔ اور فن سیکھنے کے لئے تعلیم کے ساتھ تربیت لازمی ہے۔ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ کہ تعلیم و تربیت کے طریقے حالات اور افراد کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ یوں تو آدمی بن کر زندہ رہنا ایک فن ہے۔ مگر اللہ کا بندہ بن کر زندگی گذارنا بڑا نازک اور بڑا مشکل فن ہے۔ اس فن کے مثالی استاد اللہ کے رسول ہوتے ہیں اور ان کے فرائض میں یہ بات اللہ کریم کی طرف سے سرفہرست مقرر ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ کریم نے اپنی آخری کتاب میں اپنے آخری رسولؐ کے فرائض نبوت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم و یعلمھم والکتاب والحکمۃ۔ ترتیب دیکھئے۔ پہلے دعوت ہے پھر جو دعوت قبول کریں ان کا تزکیہ ہے۔ پھر تعلیم 'کتاب و حکمت ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ترتیب سے یہ فرض ادا کیا۔ دعوت دی قرآن کریم سن کے پھر تزکیہ ہوا۔ حضورؐ کی نگاہ اور صحبت سے۔ اس لئے اس وقت کے حالات اور مخاطب قوم کی نفسیات کا تقاضا یہ تھا کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام ہو اور کام بھی ایسا ہو کہ اس میں تعلیم اور تربیت دونوں مثالی قسم کی ہوں۔ چنانچہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اور صحبت کے اثر سے انسان سازی کا اتنا اور ایسا کام ہوا جس کی مثال نہ آج تک ملی ہے نہ آئندہ مل سکتی ہے۔

جیسے magnatizim کے باب میں بجلی کی رو گذارنے سے magnatize کرنے کا عمل نہایت سرعت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان سازی کا عمل حضور اکرمؐ کی نگاہ سے ہوا۔ اس کے بعد تقسیم کار کا اصول کارفرما ہوا۔ جس اللہ کے بندے میں ان فرائض چہارگانہ میں سے جس فرض کی ادائیگی کی صلاحیت تھی اس نے اس فن میں تخصص پیدا کیا اور کام شروع کر دیا۔

تزکیہ کے فن میں جن لوگوں سے تخصص حاصل کیا اس جماعت کو صوفیائے کرام کی جماعت کہتے ہیں۔

ان حضرات نے تزکیہ و تربیت کے کام میں بڑی وقت نظر سے کام لیا اور ہر عہد کی نفسیات کے مطابق تزکیہ کے عمل کی صورت اختیار کی۔ ماضی بعید میں مسلمان معاشرہ کی کیفیت یہ تھی کہ لوگوں میں علم اور عمل اور عقائد و نظریات کے اعتبار سے قرون اولی سے قرب صاف جھلکتا تھا۔ اس لئے وہ حضرات یہ کرتے کہ ان اچھے مسلمانوں میں سے زیادہ اچھے اور با استعداد مسلمان چن لیتے اور ان کا تزکیہ اور تربیت کرتے تھے کہ اچھے تو اچھے ہیں جو با استعداد ہیں ان کو اس فن میں کامل بنایا جائے۔ ماضی قریب اور حال کو دیکھا جائے تو وہ مثل سامنے آتی ہے۔

کہ مسلمانان درگور و مسلمانی در کتاب

(مسلمان قبر میں اور مسلمانی کتاب میں)

اس لئے اس دور کا تقاضا اس پہلے دور سے مختلف ہے اور یہ فرق صرف ہمارے مربی و محسن مرشد و آقا حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بصیرت سے معلوم کیا اور تزکیہ و تربیت کا انداز بدل دیا۔ یعنی تزکیہ کے لئے خاص طور باصلاحیت افراد کا انتخاب کرنے کی جگہ ہر آنے والے مسلمان کو قلبی کیفیات عطا فرمائیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ جو صرف نام کے مسلمان تھے وہ کام کے مسلمان بننا شروع ہو گئے۔ جو کلبوں اور شراب خانوں کی زینت تھے وہ مسجدوں اور دارالعلوموں کا رخ کرنے لگے۔ عقیدے درست ہو گئے۔ آخرت کی جوابدہی کا تصور پختہ یقین بن گیا۔ حضور اکرمؐ سے محبت کا جذبہ ابھرا۔ معاملات میں حلال و حرام' جائز و ناجائز کی تمیز پیدا ہو کر بڑھنے لگی اور نبی رحمتؐ کا غلام بن کر زندہ رہنے کا شوق ابھرنے لگا۔

بنا کردند خوش رسے بخاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تاج رحیم

ختم نبوت معرفت الٰہی۔ تاریخ سلسلہ عالیہ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین ○

حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے خاتم النبین بنایا جس کا معنی ہے کہ سارے عالم کی راہنمائی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ہمیشہ کے لیے ہر طرح کے دنیاوی اخروی معاشی سیاسی' تعلیمی اور انتظامی معاملات میں حق صرف اور صرف وہ ہے جو آپ ارشاد فرمادیں اس بات سے یہود و نصاریٰ کو تکلیف ہوتی اور یہ کہتے تھے کہ اسلام کی مسلمانوں نے سچائی پر اجارہ داری بنا رکھی ہے اور یہ کہ اسلام کے سوا کسی کے پاس سچائی نہیں یہ اجارہ داری کی بات نہیں بات دراصل یہ ہے کہ ساری سچائی ہے ہی صرف اسلام۔ اسلام سے باہر سچائی کا تصور ہی مفقود ہے اور ہمارا یہی ایمان ہے اس میں کسی لگی لپٹی کی ضرورت نہیں یہ معمولی بات نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت با سعادت اور پھر آپؐ کی بعثت پر جب آپؐ نبی مبعوث ہوں تو آنے والی صدیوں کے لیے کسی نئے نبی کی ضرورت نہ رہے۔ روئے زمین پر پھیلے ہوئے بنی آدم کو کسی دوسرے رہنما کی ضرورت نہ رہے۔ زندگی کے پھیلتے ہوئے مسائل' زندگی کے بدلتے ہوئے حالات' زندگی کی بدلتی ہوئی ضرورتوں' نئی نئی ایجادات' نئے نئے زمانے' نئے نئے سوال۔ تو رب جلیل نے فرمایا کہ ان سب کا جواب رسول کریمؐ کے پاس موجود ہے ان سب کی راہ دکھانے کی قوت میری کتاب میں موجود ہے اور سارے مسائل کا حل اتباع محمدؐ رسول اللہ میں ہے ہر مسئلے میں آپ کو حل وحی سے تلاش کرنا ہوگا اب ختم نبوت کوئی چھوٹا سا حادثہ نہیں ہے۔ یہ نوع انسانی کی پوری تاریخ میں صرف ایک بار ہوا ہے اور وہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اب جب نیا نبی نہیں آئے گا تو انسان تو بدلتے موسموں کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔ کتابیں پرانی ہو جاتیں ہیں ارشادات پرانے ہو جاتے ہیں۔ باتیں بوڑھی ہو جاتی ہیں اور پھر ان میں مفاہیم بدلنے لگتے ہیں۔ ان کے مضامین بدلنے لگتے ہیں پہلے بھی تو کم و بیش سوا لاکھ نبی اور رسول آئے ان میں کتنے صاحب کتاب آئے جن کے اسمائے گرامی لوگوں کو یاد نہیں۔ ان کی کتابیں لوگ بھول گئے بلکہ جن کی امتیں ابھی موجود ہیں۔ یہودی موسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں۔ اب جن نبیوں کی امتیں موجود ہیں وہ گمراہ ہو چکے ہیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عذیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا تھا اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے یعنی وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ کسی کے پاس ان کی لائی ہوئی صحیح کتاب نہیں ہے۔ آسمانی صحیفے ختم ہو گئے اور ان کی زندگی کے صحیح حالات کوئی نہیں بتا سکتا اگر بتا سکتے تو کیا یہ کہتے کہ یہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اسی بات سے پتہ چلتا ہے کہ

انہیں ان کے بارے کچھ بھی پتہ نہیں تو جب یہ حالات حضرت آدم علیہ الصلواۃ والسلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس طرح گذرے تو جس نبیؐ پر اللہ نے نبوت ختم کر دی اس کی بھی تاویلیں گھڑی گئیں۔ قادیانیوں نے کہا کہ ختم سے معنی مہر ہے ان کی مہر سے آگے نئے نبی بن سکتے ہیں۔اب جو وضاحت نبی کریمؐ نے فرمائی وہ یہ ہے کہ نبوت کی عمارت تکمل ہو گئی تھی سوائے اس کے کہ اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور میری ذات وہ اینٹ ہے جو وہاں لگ گئی اور بات ختم ہو گئی۔

اب یہ ختم نبوت اتنا بڑا حادثہ ہے اسکے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ تعلیمات کیسے قائم رہیں گی، پہلے تو کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ ہمنے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔اب قرآن حکیم کی حفاظت کا جہاں تک تعلق ہے اگر وہ عالم بالا میں یا ملائکہ کے پاس لوح محفوظ میں یا بیت القربیٰ میں کی جاتی ہے تو وہاں سارے صحیفے بھی محفوظ ہیں جو پہلے اترے تھے انہیں وہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تو گویا قرآن کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اس عملی دنیا میں، جیتے جاگتے لوگوں میں، قرآن کا علم بھی رہے گا، قرآن کی عبارت بھی رہے گی، قرآن پر عمل بھی موجود رہے گا یہ تینوں باتیں بیک وقت ہوں گی تو حفاظت ہو گی اگر ان تینوں باتوں میں سے ایک بھی گرا دی تو حفاظت نا مکمل ہو گئی۔ اگر قرآن کا علم نہیں جانتا تو قرآن کی حفاظت کہاں ہو سکے گی اور اگر علم جانتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو پھر بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ قرآن تو بغیر عمل کے ایمان کو مکمل قرار نہیں دیتا تو اس ارشاد باری میں یہ بات موجود ہے کہ قرآن کریم کی عبارت بھی محفوظ رہے گی جس پر چودہ صدیاں گواہ ہیں کہ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کا کوئی نقطہ بھی تبدیل نہیں کیا جا سکا اور اس کے معنی اور مفاہیم بھی جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے ارشاد فرمائے۔ اب اس زمانے میں ایک طبقہ پیدا ہو گیا ہے جس نے حدیث کا انکار کیا جنہیں منکرین حدیث کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اللہ نے حفاظت کا جو ذمہ لیا ہے وہ قرآن کا ہے حدیث کا نہیں جس میں آمیزش ہو گئی ہے اور موضوع حدیثیں شامل کر دی گئی ہیں۔ لیکن اگر حدیث پاک کی حفاظت نہ کی جائے تو قرآن کے معانی کی تعین نہیں ہو سکتی۔ فیصلہ کن معانی وہی ہے جو حضورؐ نے ارشاد فرمائے ورنہ تو عربی زبان ایک ایسا سمندر ہے کہ ایک ایک لفظ کے دو دو سو معانی موجود ہیں یعنی دوسری زبانوں میں دو سو معانی کیے جا سکتے ہیں۔ یہ دنیا کی واحد زبان ہے جس میں ایک لفظ کے متضاد معانی بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً لفظ "مولیٰ" ہی لے لیں۔ مالک کو بھی مولیٰ کہتے ہیں اور غلام کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ اب مالک ہونا یا غلام ہونا ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن عربی والے یہ لفظ دونوں پہ استعمال کرتے ہیں۔ جب جملے میں استعمال ہوتا ہے تو سمجھ آتی ہے کہ یہ مالک کے معنی میں استعمال ہوا ہے یا غلام کے معنی میں تو ایسی زبان جس میں اتنی وسعت ہو اس کے الفاظ کا تو کوئی سا معنی بھی لیا جا سکتا ہے۔ اب جتنے گمراہ فرقے ہیں وہ قرآن حکیم کی ایسی ہی تاویلیں ڈکشنری کے سہارے گھڑتے ہیں جن کا جواب ایک ہی ہے کہ قرآن حکیم آپ کا منصب جلیلہ بیان کرتا

تو رب جلیل نے فرمایا کہ ان سب کا جواب رسول کریمؐ کے پاس موجود ہے ان سب کی راہ دکھانے کی قوت میری کتاب میں موجود ہے اور سارے مسائل کا حل اتباع محمدؐ رسول اللہ میں ہے

ہے۔ لتبین للناس مانزل علیک یعنی آپ فرمائیں لوگوں کو کہ ان پر کیا نازل ہوا ہے۔ لہٰذا ڈکشنریوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ معانی وہ چاہئیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائے، صحابہؓ نے سمجھے، حضورؐ کے سامنے ان پر عمل کیا، حضورؐ نے تصدیق فرمائی کہ یہی مطلب ہے یہاں آکر کوئی گمراہ فرقہ کھڑا نہیں رہ سکتا اس کے پاؤں نہیں ٹکتے، اس لئے ہر گمراہ فرقہ صحابہؓ پہ اعتراض کرتا ہے کہ صحابہؓ کو مجروح کیا جائے ان کو درمیان سے نکالا جائے تو اپنے من مانے معانی ہم وہاں داخل کرسکتے ہیں ورنہ نہیں۔

حدیث شریف کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کو اللہ نے توفیق دی اور یہ واحد موضوع ہے جس کی حفاظت کے لیے سترہ قسم کے علوم مسلمانوں نے ایجاد کیے اسی میں حرف و نحو بھی ہے، اسی میں گرائمر بھی ہے، اسی میں لہجے اور بول چال کے انداز بھی ہیں اور پھر اس میں سب سے بڑا فن اسماء الرجال ہے جو دنیا میں کہیں اور نہیں ملتا۔ صرف مسلمانوں نے حدیث پیغمبرؐ کو پرکھنے کے لئے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا۔ جس کا معنی ہے لوگوں کے نام۔ ہر وہ بندہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث بیان کی ہے۔ اس کا نام اس کتاب میں ملتا ہے، اس کے حالات ملتے ہیں، کون سے قبیلے سے تھا، اس کا کردار کیسا تھا، کس زمانے میں تھا۔ جس شخص کا نام بیان کرتا ہے اس کا زمانہ بھی اس نے پایا یا نہیں، کب پیدا ہوا، کب فوت ہوا، اس کا خاندان کیسا تھا اس کا کردار کیسا تھا؟ اس کا عقیدہ کیسا تھا اور پھر اس کا حافظہ کیسا تھا۔ ان ساری باتوں کو مدنظر رکھ کے حدیث کو پرکھا جاتا ہے۔ یہ تو ہو گئے آثار پھر اس کے قرائن لئے جاتے ہیں کہ کیا یہ بات شان رسالت کے مطابق ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا ہو گا اگر اس معیار پہ پوری نہ اترے پھر بھی قبول نہیں کرتے اور محدثین نے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ اگر انہیں پتہ چلا کہ فلاں بندہ صوفی ہے، مخلص ہے، ہم اس کی عظمت کے قائل ہیں لیکن اس کی حدیث نہیں لیں گے۔ بھئی یہ تو سب سے سچے اور کھرے لوگ ہیں۔ انہوں نے بولا سچے تو ہیں لیکن اتنے سچے ہیں کہ ہر بندے کو سچا سمجھ لیتے ہیں۔ ان سے کوئی جھوٹ بول گیا ہو گا تو یہ سچ سمجھ کر جھوٹ آگے بیان کر دیں گے۔ علماء نے اس حد تک احتیاط کی۔ امام بخاریؒ نے بخاری شریف مدینہ منورہ میں رہ کر مرتب فرمائی اور ایک ایک حدیث کے لیے بڑے بڑے سفر کیے ایک حدیث کے لیے مدینہ منورہ سے چل کر مصر تشریف لے گئے۔ پتہ چلا کہ وہاں ایک شخص کے پاس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث شریف ہے۔ وہاں پہنچے تو وہ شخص اپنی جھولی پکڑ کر باغ میں گھوڑے کو بلا رہا تھا۔ گھوڑا جب آیا تو اس نے گھوڑے کو پکڑ لیا اور جھولی چھوڑ دی جو خالی تھی انہوں نے فرمایا میں بڑا سفر کر کے آیا ہوں لیکن تمہیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ تمہارے حوالے سے حضورؐ کی کوئی حدیث نقل کروں۔ تم نے ایک بے زبان جانور سے جھوٹ بول کر اسے پکڑا۔ میں کوئی اور راوی تلاش کروں گا۔ اس نے کہا حضرت اس میں کونسا گناہ ہے میں نے گھوڑا پکڑ لیا۔ فرمایا ایک مٹھی دانے جھولی میں رکھ لیتے تو جانور سے دھوکہ نہ ہوتا اگر تمہیں اس کا احساس نہیں ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو تو اور بری بات ہے۔ اس محنت اور اس عرق ریزی سے مسلمانوں نے اتنے حالات جمع کیے کہ آج سیرت کی کتابوں سے شمار کر کے بتایا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعثت سے لے کر وصال تک اتنے الفاظ ارشاد فرمائے، اتنے سیر یا اتنے دانے آپ نے گندم کے تناول فرمائے۔ اتنے جو کے تناول فرمائے، اتنے چاول استعمال فرمائے، اتنے جوڑے جوتے استعمال

کئے' اتنے جوڑے لباس استعمال کیا اور اتنے سفر کئے یہاں سے وہاں تک ایک ایک قدم مسلمانوں نے گن رکھا ہے۔ گھوڑے کتنے تھے' خچر کتنے تھے' غلام کتنے تھے' اسلحہ کتنا تھا' زرہ کتنی تھیں' کتنے غزوات ہوئے۔ حضورؐ آرام کتنی دیر فرماتے تھے تہجد میں کتنا وقت لگاتے تھے رکوع میں کتنی دیر لگتی تھی سجدہ کتنا لمبا کرتے تھے۔ یہ ساری تفصیل مل جائے گی جبکہ قومیں اپنے انبیاء کی اصل بھول چکی ہیں' حلیہ بھول چکی ہیں' نام بھول چکی ہیں' ولدیت کی جگہ انہیں خدا کا بیٹا بتا رہی ہیں اور ان کا فرمایا ہوا ایک لفظ ان کے پاس موجود نہیں۔ کتنی بڑی عیسائی دنیا ہے۔ ان کے پاس ایک لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا فرمایا ہوا نہیں ہے۔ اناجیل مختلف حواریین کے نام پر ہیں۔ اپنے سب سے آخری نبی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی کتاب اور آپؐ کے ارشاد کئے ہوئے معانی اور اس پر عمل کے طریقے کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے یہ ختم نبوت کا تقاضا ہے لیکن یہاں بات ختم نہیں ہو جاتی۔ ایک بات اور بھی تھی وہ خلوص' وہ قلبی لگاؤ بھی درکار تھا۔ وہ دلی جذبے بھی چاہیں تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلوں کو بانٹے اگر ان کو نفی کر دیں تو حفاظت کے تقاضے پھر بھی پورے نہیں ہوتے۔ اس امت میں اللہ نے وہ طبقہ بھی پیدا کر دیا اور وہ یوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں جو پہنچا وہ صحابی ہو گیا۔ صحابی کے لیے نمازیں' نوافل' وظیفے شرط نہیں ہیں۔ ایسے لوگ بھی صحابی ہیں جنہوں نے کلمہ پڑھا۔ نماز کا وقت بھی نہیں آیا' میدان کارزار میں آ کر شامل ہوئے اور وہیں شہید ہو گئے۔ دو دوست تھے ایک احد میں شہید ہو گیا' دوسرے کا تین دن بعد وصال ہوا تو کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ ان دونوں میں بہتر کون رہا؟ آپؐ نے فرمایا جس نے تین دن مزید اللہ اللہ کر لیا' عبادت کر لی' فرائض ادا کر لیے۔ تو جس نے کچھ بھی نہیں کیا صحابی تو وہ بھی ہے۔ صحابیت گویا ایک قلبی کیفیت کا نام تاکہ امانت' دیانت' محبت الٰہی اور معرفت الٰہی کا وہ درجہ نصیب ہو گیا جو نبیوں کے بعد اعلیٰ ترین ہے اور یہ اس طرح ہوا کہ بغیر تفریق کے مرد' عورت' بچہ' بوڑھا' عالم' جاہل' مالدار' فقیر جو بھی آیا صحابی ہو گیا۔ اب اگر کوئی علمی فضیلت رکھتا ہے تو صحابی بننے کے بعد اس کے درجات بڑھ گئے۔ کوئی ناکارہ ہے' کمزور ہے' اس درجے کو نہ پہنچا۔ نفس صحابیت میں سب شامل ہیں۔ یوں حفاظت الٰہیہ کا دائرہ مکمل ہوا۔ پھر باری آ گئی تابعین کی وہ نعمت یوں ہی بٹی۔ ہر صحابی کے پاس جو بھی پہنچا وہ تابعی ہو گیا خواہ وہ مرد تھا' خاتون تھی' بچہ تھا' بوڑھا تھا' چھوٹا تھا یا بڑا تھا۔ صحابہؓ کی تعداد مختلف روایات کے مطابق حجتہ الوداع میں سوا لاکھ تھی۔ اگرچہ تمام صحابہؓ وہاں جمع نہیں تھے وہی تھے جو حج کے لئے وہاں جمع ہوئے۔ اس کا مطلب ہے حاجی سوا لاکھ تھے اور عہد نبویؐ میں جزیرہ نمائے عرب پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو تابعین کی تعداد گننا آسان نہیں ہے۔ صحابہؓ دنیا کے بیشتر حصوں میں پہنچے۔ چین تک ان کی فتوحات گئیں۔ ہندوستان' سری لنکا' کابل و ثمرقند و بخارا اور کاشغر تک وہ گئے۔ آدھے سے زیادہ افریقہ صحابہؓ نے فتح کیا تو اس کا مطلب ہے کہ معلوم دنیا کے تین حصوں پر صحابہ کرامؓ نے اسلامی سلطنت قائم کر دی۔ اتنی دنیا میں جو بھی جس صحابی سے ملا وہ تابعی ہو گیا۔ یہ جو ہم کہہ دیتے ہیں کہ تین زمانے ہیں حضورؐ کا' صحابہؓ کا' تابعین کا' تبع تابعین کا۔ ہم تو بڑا ہلکا سا لیتے ہیں لیکن یہ ایک وسیع سمندر ہے یعنی جہاں جہاں صحابیؓ پہنچے اور صحابی کی جس کسی کو ایمان کے ساتھ زیارت نصیب ہوئی وہ تابعی ہو گیا۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اپنے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے

ایک دفعہ جنات اٹھا کے لے گئے۔ پوچھا تو کہنے لگے کہ ایک بہت بڑا شرعی مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ آپ سے اس کا فیصلہ لینا ہے تو وہ مجھے ایک دربار میں لے گئے جہاں جنوں کا کوئی بادشاہ یا حاکم بیٹھا تھا اور اس کے پاس ایک مقدمہ تھا کہ ایک شخص نے ایک جن جو سانپ بنا ہوا تھا مار دیا۔ مارنے والا مسلمان تھا اور وہ جن حاکم جس کے پاس مقدمہ تھا وہ بھی مسلمان تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں وہ واقعہ بتایا کہ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ ایک صحابی جہاد سے تشریف لائے تو انہوں نے اپنی اہلیہ کو بے پردہ باہر گلی میں کھڑے دیکھا' انہیں بڑا غصہ آیا' تلوار سونت لی۔ انہوں نے صحن میں جھانکا تو ایک بہت بڑا سانپ تھا جو زمین سے تین چار فٹ اوپر اپنا پھن لہرا رہا تھا۔ انہوں نے تلوار کا وار کیا اور سانپ کاٹ دیا لیکن تھوڑی دیر بعد وہ بھی تڑپ کر مر گئے پتہ یہ چلا کہ وہ سانپ جن تھا اور جنوں نے بدلے میں انہیں شہید کر دیا۔ صحابہ کرامؓ ان کا وجود مبارک لے کر حضورؐ کی خدمت عالیہ میں گئے اور دعا کی درخواست کی اللہ اسے پھر سے زندگی دے۔ فرمایا کہ دو میں سے ایک چن لو یا میں اس کی زندگی کے لئے دعا کر دیتا ہوں اور یہ شہید ہو چکا ہے۔ اللہ کے نزدیک جنت میں پہنچ چکا ہے یا اسے حال پہ رہنے دو۔ اگر اسے واپس لاؤ گے پھر امتحان میں پڑے گا اللہ جانے کیا انجام ہو یہ جب اپنے گھر پہنچ چکا ہے تو کیوں اسے تکلیف دیتے ہو۔ تو سب نے کہا الحمد للہ جانا تو پھر بھی ہے یہ اپنی منزل پہ پہنچ گیا۔ رہنے دیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا آئندہ اگر سانپ بن کر کوئی جن آئے تو اسے قتل کر دو اور اس کا کوئی قصاص نہیں اور جنوں کو بھی سنا دیا گیا کہ اگر سانپ کے روپ میں مارے جاؤ تو کوئی قصاص نہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے یہ واقعہ حدیث کا سنایا تو دربار میں موجود ایک جن نے آنکھوں کے پپوٹے اٹھا کر مجھے دیکھا اور کہا خدا بھلا کرے تمہارا میں اس مجلس میں موجود تھا لیکن بوڑھا ہو چکا ہوں اور آپ کے بیان کرنے سے مجھے واقعہ یاد آیا میرے حافظے میں نہیں تھا۔ شاہ صاحب یہ واقعہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ میں تابعی ہوں میری ملاقات جن صحابیؓ سے ہوئی۔ جن بھی حضورؐ کے اتباع کے مکلف ہیں تو یوں تابعین کہاں تک پھیلے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ سارا کمال تابعین کے عہد میں بھی ایسا ہی رہا کہ جو کسی تابعی سے ملا وہ تبع تابعی بن گیا۔ ان کا طبقہ ہی الگ ہے۔

اب اندازہ کیجئے یہ برکات رب کریم نے کتنی پھیلائیں محمد رسول اللہؐ نے کتنا دلوں کو خلوص بانٹا اور ختم نبوت سے کیا کیا نعمتیں وابستہ تھیں اور وہ کہاں کہاں کیسے کیسے پہنچیں۔ علوم ظاہری کا سمندر تو ویسے ہی ٹھاٹھیں مارتا رہا۔ اب تک مار رہا ہے اور انشاء اللہ قیام قیامت تک یہ سمندر ٹھاٹھیں مارتا رہے گا۔ مدرسے رہیں گے' اساتذہ رہیں گے' طالب علم رہیں گے' دین پڑھا پڑھایا' سیکھا سکھایا جاتا رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں روک سکتی۔ یہ حفاظت الہیہ کا حصہ ہے ہاں یہ جو نعمت قلبی اور باطنی تھی اس کی تقسیم تبع تابعین پر آ کر رک گئی کیوں لوگوں میں وہ اہلیت اور وہ شعور نہ رہا کہ ہر بندہ وہ برکات لیتا۔ جوں جوں زمانہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے دور ہوتا گیا۔ برکات کم پڑتی گئیں تو تبع تابعین کے بعد کے لوگوں میں وہ حوصلہ نہ رہا کہ ہر بندے کو وہ نعمت نصیب ہو۔ پھر مخصوص لوگوں کو یہ کیفیات بانٹی جاتیں۔ لوگوں میں استعداد ہی اتنی رہ گئی کہ لوگ ان سے وابستہ رہتے' دعائیں کراتے' وظیفے پوچھتے۔ تبع تابعین سے لے کر ہمارے زمانے تک اتنے بڑے بڑے نام ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ آئمہ فقہ کے' حدیث

کے' تفسیر کے' تصوف کے' اللہ اللہ کے ہر شعبے کے کہ جس زمین پر انہوں نے قدم رکھا وہ زمین بھی روشن ہو گئی لیکن اللہ کی شان تبع تابعین سے لے کر ہمارے زمانے تک قاعدہ یہی بن گیا کہ کسی کے پاس لاکھوں مرید اگر آ گئے تو اس نے چار پانچ کو قلبی کیفیات دیں اور باقی کو ظاہری راہنمائی عطا فرمائی' تسبیحات عطا فرمائیں۔ قرآن حکیم پڑھنے کا مشورہ دیا' نوافل کا حکم دیا' پھر ایسے ایسے ولی اللہ بھی ہوئے جو سلاسل کے شیخ بنے۔ مثلاً" سلسلہ سہروردیہ کے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ"۔ لیکن آپ جب ان کے مجازین کو دیکھتے ہیں تو وہ صرف چار ہیں یعنی چار بندوں کی تربیت فرمائی۔ ایسا شیخ جو تصوف کی راہ میں قطب مینار بن کر کھڑا ہے اور سلسلے کا بانی ہے اسی طرح آپ قادریہ سلسلہ کو دیکھ لیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ" جن کی بارگاہ سے سلاطین بھی جھاڑ کھا کر اٹھتے تھے۔ سب سے مشہور صوبہ نیم روز کا تھا بادشاہ نے ہدیتہ" پیش کیا تو آپ نے فرمایا میرے پاس نیم شب کی سلطنت ہے۔ نیم روز کے صوبے کی ضرورت نہیں اور آپ نے ایک مشاہدہ بیان فرمایا تو کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ نے یہ خواب دیکھا ہے تو فرمایا:۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
من غلام آفتاب و ہم از آفتاب گویم

میں خواب کی باتیں نہیں کرتا میں تو محمد رسول اللہؐ کا خادم ہوں جو آپؐ سے سنتا ہوں وہی سنا رہا ہوں۔

یہ کہنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے لیکن کتنوں کو درد دل دیا تین نہیں تو چار ہوں گے۔ اس سے زیادہ تو نہیں۔ باقی سب سلاسل کا بھی یہی حال ہے بلکہ بعض میں تو انہوں نے آگے بتانا مناسب نہ سمجھا۔ چار پانچ کو بتانا مجبوری تھی کہ یہ نعمت آگے جانی تھی حفاظت اسی کا یہ شعبہ تھا اور اسے رکنا نہیں تھا۔ سب کو نہ بتائی کیونکہ لوگوں میں اس کی استعداد نہ رہی اللہ اس کی مصلحت جانے اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ صدیوں بعد ایک چھوٹے سے ویران گاؤں کے رہائشی ایک عام مولوی' ایک عام کاشتکار' نہ کوئی رکھ رکھاؤ' نہ کوئی بڑا مدرسہ' نہ کوئی سیاسی قوت' نہ کسی سلطنت کے ساتھ کوئی تعلق' نہ کوئی پبلک ڈیلنگ کسی بڑی جماعت کے ساتھ کچھ بھی نہیں۔ اپنے ایک بندے مولوی اللہ یار خانؒ" کو اللہ نے یہ توفیق بخشی کہ تبع تابعین کے بعد یہ سنت اللہ کے اس بندے نے جاری کی کہ ہر آنے والا درد دل لے کر گیا۔ میری کسی تحریر میں یہ بات آئی تو کسی دارالفتاوی سے ایک فتوی میرے پاس بھی آیا کہ اس بات میں کبر پایا جاتا ہے اور یہ تعلی ہے۔ تو میں نے انہیں جواب دینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ یہ ایک تاریخی گواہی ہے اور تاریخی گواہیوں کو تاریخ سے مقابلہ کرکے رد کیا جاتا ہے۔ چاہئے تھا کہ صاحب فتویٰ لکھتے کہ تبع تابعین کے بعد فلاں ہستی کے پاس جو آیا اسے انہوں نے درد دل دیا یا احوال قلبی عطا فرمائے یا اللہ اللہ سکھائی۔ جب آپ کوئی مثال پیش نہیں کرسکتے تو صرف آپ کا یہ کہنا کہ تکبر ہے بڑی زیادتی ہے۔ یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا انا سید ولد آدم ولا

صحابیت گویا ایک قلبی کیفیت کا نام تا کہ امانت' دیانت' محبت الٰہی اور معرفت الٰہی کا وہ درجہ نصیب ہو گیا جو نبیوں کے بعد اعلیٰ ترین ہے اور یہ اس طرح ہوا کہ بغیر تفریق کے مرد' عورت' بچہ' بوڑھا' عالم' جاہل' مالدار' فقیر جو بھی آیا صحابی ہو گیا۔ اب اگر کوئی علمی فضیلت رکھتا ہے تو صحابی بننے کے بعد اس کے درجات بڑھ گئے۔

فخرلسی یہ فخر کی، بڑائی کی، تکبر کی بات نہیں۔ میں اولاد آدم کا سردار ہوں یہ ایک حقیقت حضورؐ نے ارشاد فرمائی۔ اپنی بڑائی کے لئے نہیں فرمایا۔ اگر مجھے یہ کہنے میں غلطی لگی ہے کہ تبع تابعین کے بعد حضرتؒ نے یہ سنت جاری کی کہ ہر آنے والے کو درد دل دیا یا میرے ناقص علم میں کوئی نام رہ گیا ہے تو آپ بتا دیجئے کہ فلاں صدی میں فلاں بزرگ تھا۔ اس کے پاس جو جاتا اسے قلبی کیفیات لے جاتا تھا تو میں مان لوں گا لیکن آپ بتا نہیں سکتے یہ ایسی عجیب بات ہے۔ ہمارے ہاں اکثر دیہات کی مساجد کے خادم خود نمازیں پڑھنے والے لوگ نہیں ہوتے۔ وہ پانی کے مٹکے بھر جاتے ہیں اور نمازیں نہیں پڑھتے۔ لیکن حضرت جیؒ کی مسجد کے خادم کو بھی میں نے فناء فی الرسولؐ دیکھا ہے۔ ایک رات وہ بیٹھا لطائف کر رہا تھا تو ایک کوبرا سانپ گذرا وہ بیٹھا سر ہلا رہا تھا تو سانپ نے بھی اسی طرح شروع کر دیا اور پھر کئی ڈنگ مارے مگر کچھ نہ ہوا۔ جب دعا مانگنے کے بعد آنکھیں کھولیں تو سانپ سے کہا ارے بیوقوف! میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا تو یہاں کیا جھک مار رہا ہے تو سانپ چلا گیا یعنی یہ حالات ہم نے ان لوگوں کے دیکھے ہیں جو حضرت جیؒ کی مسجد کے خادم تھے ان کے ہم چشم دید گواہ ہیں پھر جو طالب تھے انہیں کیا کچھ نصیب ہوا ہوگا۔ کمال یہ ہے کہ ہر آنے والے کو آپنے ذکر قلبی عطا فرمایا وہ مرد تھا، خاتون تھی، بچہ تھا، بوڑھا تھا، امیر تھا، غریب تھا، مولانا صاحب تھے یا ان پڑھ دیہاتی اور تبع تابعین کے بعد پہلی دفعہ یہ نعمت اس طرح عام ہوئی۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو میں اور آپ اس قابل نہیں تھے کہ لاکھوں میں سے ہمیں کوئی چن لے اور ابھی تک اس میں وہی جوبن، وہی رعنائی۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس سائنس کے دور میں جاپان سے لے کر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے لے کر افریقہ تک دنیا کے ہر گوشے میں کوئی نہ کوئی مرد یا خاتون اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ایک دیہات سے، ایک چھوٹے سے گاؤں سے جسے ابھی تک لوگ نہیں جانتے لیکن جو بات وہاں سے اٹھی وہ عالمگیر ثابت ہوئی۔ اس کی اساس بھی بڑی عجیب ہے۔ حضرت جیؒ جب علوم سے فارغ التحصیل ہو کر آئے غالباً" ۱۹۳۳ء تھا۔ میری ولادت ۱۹۳۴ء کی ہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ آپ کے استادوں میں سے تھے۔ آپ مزاجاً" سماع موتی کا انکار کرنے والے علماء میں شامل تھے یہ سماع موتی کا اقرار انکار صحابہؓ کبار کے عہد زریں سے چلا آ رہا ہے لوگ قائل بھی ہیں اور ایسے بھی ہیں جو قائل نہیں لیکن اس میں نزاع نہیں تھا۔ یہ علمی بات تھی۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور مولانا عنایت اللہ گجراتی کی زبان سے اب آ کر مشہور ہوئی اور ان کے ذمے لگ گئی ذمے اس لئے لگ گئی کہ ان حضرات نے یہ بات سٹیج پر کہہ دی اس سے پہلے علماء اس بات کو سٹیج پر نہیں لے جاتے تھے علمی بات تھی عام آدمی نہ اسے سمجھ سکتا ہے اور نہ آگے بیان کر سکتا ہے اور یہی نقصان ہوا کہ جب یہ حضرات اس کو سٹیج پر لے گئے تو ایک نیا فرقہ وجود میں آ گیا اور اس میں گستاخی کا عنصر بہت غالب آ گیا۔ متقدمین جو اس کو سٹیج پر نہیں لے جاتے تھے تو اسی خطرے کے پیش نظر لیکن ایک مضبوط طبقہ علماء کا سماع موتی کا انکار کیا کرتا تھا۔ حضرتؒ بھی ان میں سے تھے۔ ہوا یوں کہ حضرتؒ کے استاد (چک نمبر ۱۰ ضلع سرگودھا) کے بیل چوری ہو گئے۔ اس زمانے میں بھینسیں، بیل، گھوڑیاں چوری ہوتی تھیں۔ بڑا لمبا چوروں کا واسطہ ہوتا تھا۔ جسے رسہ گیری کہتے تھے۔ اس نے اگلے گاؤں دے دی۔ اگلے نے اگلے اس طرح دو دو سو میل دور جانور چلے جاتے۔ انہیں پتہ چلا کہ وہ بیل جھنگ میں پہنچ چکے ہیں۔ حضرتؒ ایک اور طالب علم کے ہمراہ

لنگر مخدوم (جو ضلع جھنگ میں ہے) اس کام کے لئے پہنچے۔ گاؤں کی مسجد میں نماز ادا کی جہاں ایک علمی مجلس میں سماع موتی پر گفتگو چل نکلی تو حضرتؒ نے سماع موتی کا عقیدہ رکھنے والوں کی بھرپور تردید کی اور دلائل دیئے وہاں ایک بزرگ تشریف فرماتھے' عمر رسیدہ تھے۔ جب حضرت جیؒ نے بات ختم کی تو فرمانے لگے کہ آپ کی باتوں میں بڑا وزن ہے لیکن ہم کیا کریں۔ ہمارے ساتھ تو قبر والے باتیں بھی کرتے ہیں اور ہماری سنتے بھی ہیں ہم آپ کی دلیلوں کو کیسے مانیں۔ اس اللہ کی بندے کے کہنے میں اتنی بے ساختگی' اس کی پارسائی'تقدس اور راست گوئی اور اس قدر معصومیت سے بھری مجلس میں کسی عالم سے یہ کہہ دینا حضرتؒ کے دل میں وہ بات اتر گئی کہ یہ شخص غلط نہیں کہہ رہا۔ ہم سنی سنائی باتوں پر شور کررہے ہیں اور اس شخص کی عمراس تجربے میں گذر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات ہے تو ہمیں بھی کرا دو۔ آپ سے بات کرتے ہیں تو ہم سے بھی ہونی چاہیے۔ وہ بندہ تھا حضرت خواجہ عبدالرحیمؒ جس نے حضرت کو اللہ اللہ شروع کرائی اور جنہیں ملتان میں کسی شیخ کے مراقبات ثلاثہ کرائے تھے اور فرمایا تھا کہ اس سے آگے میں کرا نہیں سکتا۔ہاں ایک بزرگ کا مزار ہے وہاں مجاہدہ کرتے رہو توانشاء اللہ تمہاری کچھ ترقی ہو جائے گی۔ یہ بزرگ تھے سلطان العارفین حضرت اللہ دین مدنیؒ۔ پھر آپ نے محکمہ مال میں بطور پٹواری ملازمت اختیار کر لی اور لنگر مخدوم آکر مقیم ہوئے اور ساری عمر حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار ہی پہ بسرکردی بلکہ ایک واقعہ حضرتؒ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ خواجہ عبدالرحیم کا تبادلہ ہوگیا تو وہ آرڈر لے کر آپ حضرت کے مزار پر گئے اور عرض کیا کہ حضرت میرا تبادلہ ہوگیا اس کا کچھ کریں۔ بہت سادہ آدمی تھے۔ اب صاحب قبر نے تبادلے کا کیا کرنا تھا۔ خاموش کوئی جواب نہ ملا پھر عرض کیا کہ حضرت یہ تبادلہ رکوائیں۔میں تو مرجاؤں گا یہ اللہ اللہ کا نقصان میں کیسے برداشت کروں گا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے آپ یہاں سے نکال رہے ہیں۔ گویا لڑتے بھڑتے رہے کوئی جواب نہ ملا تو دل برداشتہ واپس ہوئے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب سو دو سوقدم نکل گئے تو دیکھا کہ شیخ سامنے کھڑے ہیں انہوں نے وہ کاغذ ان کے ہاتھ سے لے کر پھاڑ دیا۔ اس کے بعد زندگی بھر ان کاتبادلہ نہیں ہوا۔ ریٹائرمنٹ ہوئی وہیں رہے وہیں فوت ہوئے اور اپنے شیخ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مراقبات ثلاثہ سے آگے جو اسباق تھے وہ انہیں وہاں قبر پر مراقبہ کرتے کرتے نصیب ہوئے تو یہی بات وہ حضرتؒ سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں تو سکھاتے ہیں ہم سے باتیں کرتے ہیں اور ہماری باتیں وہ سنتے ہیں۔آپ کے دلائل اپنی جگہ۔ ہم اس سے انکار کیسے کریں۔

یہاں سے حضرت نے ابتداء کی اور پھر ایسے اسیر ہوئے کہ تیرہ برس اپنے شیخ کے مزار پر ذکر اذکار کیا زمیندار آدمی تھے وہ زمانہ ایسا تھا کہ کاشت کاروں کو فصل خریف اور فصل ربیع پر کام کرنے والوں یعنی موچی' نائی' دھوبی' درزی کو غلہ دینا ہوتاتھا۔ جس کی مقدار مقرر ہوتی تھی اور یہ جملہ سہولتیں میسر آجاتی تھیں۔ سوت مائیں بہنیں کاتتیں اور جولاہاکپڑا بن دیتا۔ درزی سی دیتا دھوبی دھو دیتا۔ ضروریات محدود تھیں۔ ساگ پات کھیتوں سے لوگ لاتے ابال کر کھا لیتے تھے۔ گوشت اس وقت ملتا جب کسی کاجانور گر گیا' ٹانگ ٹوٹ گئی یا بیمار ہو گیا تو ذبح کر لیا یا عید قربانی آگئی یا کسی کی شادی ہوئی تو جانور کاٹا۔ روزمرہ بازاروں میں بیچنے کے لیے کوئی جانور نہیں کاٹتا تھا۔ سادہ زمانہ تھا زمینداروں کا گھر کے غلہ پر گذارہ ہو جاتا تھا۔ حضرت کا کام بھی غلے پر ہو جاتا تھاتو کچھ دن گھر

کا چکر لگاتے باقی سارا سال اپنے شیخ کے مزار پر رہتے اور فرمایا کرتے تھے کہ چاشت سے ظہر تک اور ظہر سے عصر تک پھر مغرب سے عشاء تک اور تہجد سے چاشت تک نمازوں کا وقت نکال کر یہ لطائف کا وقت تھا جس میں مسلسل لطائف کیا کرتے تھے۔ تیرہ برس میں جہاں تک اللہ کو منظور تھا یہ نعمت عظمیٰ آپ کو نصیب ہوئی تو واپس گھر لوٹے۔ فرماتے تھے سولہ برس میں نے کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ حتیٰ کہ ۱۹۴۷ء میں برصغیر تقسیم ہو کر پاکستان وجود میں آگیا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ شیعت کا بہت زور ہوا شیعہ مدارس وجود میں آنے شروع ہوئے اور شیعہ علماء نے اہل سنت کو مناظروں کے لئے للکارا۔ اہل سنت میں بہت کم علماء تھے جو شیعت سے کما حقہ واقف تھے بلکہ ۱۹۷۰ء تک بھی تین چار نام ہی گنے جا سکتے ہیں۔ مثلاً" مولانا عبدالرحیم قریشی، مولانا عبدالستار تونسوی، حضرت شاہ صاحب چوکیرے والے اور پھر حضرتؒ تھے ان کے علاوہ اگر کوئی تھے بھی تو نچلے طبقے میں۔ اس پائے کے نہیں تھے کہ ملک گیر سطح پر مناظروں میں بات کرتے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مراقبے میں تھا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی سے ارشاد فرما رہے تھے

یہ آپؐ کی زندگی میں بھی عادت مبارکہ تھی کہ جسے کچھ کہنا چاہتے نامزد کر کے ارشاد نہیں فرماتے تھے۔ بات مجلس میں فرماتے اور سمجھنے والا سمجھ لیتا کہ مجھے کہی جا رہی ہے کہ یہ جو اسلام کی عمارت ہے اس میں پتھر نہیں، میرے صحابہ کی ہڈیاں لگی ہیں، اس میں مٹی نہیں میرے صحابہؓ کا گوشت اور پانی کی جگہ ان کا خون لگا ہوا ہے۔ آج لوگ ان پر تنقید کرتے ہیں۔ ان کے خلاف بات کرتے ہیں اور جاننے والے جنہیں اللہ نے علم دیا ہے وہ اس لئے گوشہ نشین ہیں کہ باہر مجالس میں لوگوں کی نحوست بڑے گی تو فرداً" قیامت میں جب پوچھا جائے گا کہ آپ کہاں تھے تو کیا جواب دیں گے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں میں جیسے ہی مراقبے سے اٹھا میں نے میدان عمل میں اترنے کا تہیہ کر لیا۔ شیعہ کے مقابلہ میں جلسے، تقریریں اور مناظرے شروع ہو گئے۔ پھر بارگاہ نبویؐ ہی سے ارشاد ہوا کہ صرف مناظروں سے بات نہیں بنے گی لوگوں کو وہ قلبی دولت بھی دیجئے جو آپ کو حاصل ہے یہ پچاس کی دہائی کے آخری سالوں کی بات ہے جب میں حضرتؒ کی خدمت میں پہنچا تو پانچ چھ ساتھی جو لٹھ باز تھے بندوق چلانے والے تھے حضرتؒ کے ساتھ مناظروں میں جاتے بطور محافظ اور باڈی گارڈ انہیں بھی حضرت نے یہ نعمت تقسیم فرمائی چونکہ بانٹنے کا حکم تھا اس لئے حضرتؒ جلسے میں اعلان کر دیتے کہ کسی کو فناء فی الرسول کی ضرورت ہو تو میرے پاس آئے میں اسے اللہ اللہ کراؤں گا اور اس کی نبی کریمؐ سے بیعت کراؤں گا تو اللہ نے مجھے یہ سعادت ۴ اپریل ۱۹۶۴ء کو بخشی۔ رفتہ رفتہ جماعت کی بنیاد بھی میرے ہاں پڑی اور الحمدللہ ابھی تک اس کے اجتماعات اسی طرح جا رہے ہیں۔ اب یہ بات یہاں سے بڑھتے بڑھتے روئے زمین پر پھیل گئی لیکن کس کی مرضی یا کسی کے کمال سے نہیں۔ محمدؐ رسول اللہ کے حکم سے یہ چیز عام ہوئی پھر آپ دوستوں کو بھی یاد ہو گا ۱۹۷۸ء ۔ ۱۹۷۹ء میں سلسلہ عالیہ میں ظاہری بیعت کی اجازت ہوئی اور جو لوگ پچاس کی دہائی سے ذکر کرتے آ رہے تھے ہم نے بھی آ کر حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اس سے پہلے

> **سلسلہ عالیہ میں ظاہری بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور اب تک یہ شمع روئے زمین پر اللہ اللہ کی کرنیں بکھیر رہی ہے۔ اس میں نا میرا کمال ہے نہ آپ کا۔ ہاں یہ اس کی عطا ہے۔ یہ شعبہ ہے ختم نبوت کا جسے اللہ نے قائم رکھنا تھا، رکھنا ہے اور رکھے گا۔**

نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے کہ ظاہری بیعت کے لئے محسنین مل جاتے تھے۔ علماء مل جاتے تھے۔ لوگ بیعت کر لیتے تھے تو سلسلہ عالیہ میں یہ تھا کہ جو بارگاہ نبویؐ تک پہنچے اس کی روحانی بیعت کرا دی جائے ورنہ جو آتا اسے اللہ اللہ پہ لگا دیا جاتا۔ پھر بارگاہ نبویؐ ہی میں سوال پیش کیا گیا کہ یا رسولؐ اللہ اب تو بیعت ظاہری کے لئے اکثر چور اچکے بدعتی ہیں۔ جن میں کئی شیعہ پیر اور سنی مرید۔ اس طرح کا تماشہ بن گیا ہے اس کا کیا تدارک کیا جائے۔ تو یہ بھی بارگاہ نبویؐ سے ارشاد ہوا کہ ظاہری بیعت لینا شروع کر دیجئے تاکہ لوگوں کو متبادل راستہ مل جائے تو یوں سلسلہ عالیہ میں ظاہری بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور اب تک یہ شمع روئے زمین پر اللہ اللہ کی کرنیں بکھیر رہی ہے۔اس میں نا میرا کمال ہے نہ آپ کا۔ ہاں یہ اس کی عطا ہے۔ یہ شعبہ ہے ختم نبوت کا جسے اللہ نے قائم رکھنا تھا' رکھنا ہے اور رکھے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے جسے چاہے توفیق دے دے اس نے اگر مجھے اور آپ کو توفیق دے دی ہے تو اسے اللہ کا انعام سمجھئے اسے بوجھ مت جانیئے اس کے ساتھ اپنا پورا خلوص لگایئے کہ یہ نعمت عظمیٰ ہے اور بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں چودہ سو سال بعد اس انداز میں یہ نعمت نصیب ہوئی جس انداز میں تبع تابعین تک پہنچ کر رک گئی تھی۔ اس میں میں سمجھتا ہوں کہ بے دینوں کا بھی حصہ ہے کہ اگر یہ بے حیائی' یہ بے دینی اور یہ گناہ نہ بڑھتے تو شاید ہمیں نیکوں میں شمار کوئی نہ کرتا۔ یہ لوگ جنہیں آپ بے دین اور بدکار سمجھتے ہیں میرے خیال میں یہ ان کی برکت ہے۔انہوں نے اتنی بدکاری پھیلائی کہ اللہ نے یہ نعمت عام کر دی۔ ان کا حق بنتا ہے ہر صوفی پر کہ ان کی اصلاح کے لئے اور ان کی توبہ کے لئے دعا کرے۔ غیر شعوری طور پر' نادانستہ طور پر ہی سی لیکن مجھ' آپ تک یہ نعمت پہنچانے کا سبب تو بن گئے۔ اب ان کی اپنی قسمت لیکن دعا کیا کریں نفرت نہ کریں۔ کسی بدکار سے اختلاف پر گولی نہ چلائیں۔ کسی کو قتل نہ کریں بلکہ کوئی بندہ اگر آپ کو ناپسند ہے تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کریں۔ اس نے گناہ کر کے مجھے اور آپ کو نیک تو ثابت کر دیا ورنہ شاید نیکوں کے زمانے میں ہوتے تو لوگ ہمیں بدکاروں میں بھی شمار کرنے کو تیار نہ ہوتے۔ تو یہ کوئی محض رسم و رواج نہیں ہے۔ پیری مریدی نہیں ہے۔ یہ ایک شعبہ ہے حفاظت ایہ کا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جو ہر خاص و عام کو نہیں ملتی یہ اللہ کا احسان ہے کس کس کو نصیب ہوتی ہے اور اس نعمت کا کوئی متبادل نہیں اور یہ طے شدہ بات ہے میں نے اگلے دن وزیر اعظم سے بھی یہی کہا ہے کہ کوئی دوسرا راستہ کسی کے پاس نہیں ہے جو بہتری کی طرف جاتا ہو۔ صرف اور صرف دین حق اور محمد رسول اللہ کی غلامی اور آپؐ کا اتباع ہے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کوئی ناراض ہو یا راضی رہے یہ اٹل حقیقت ہے اور یہ بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے اللہ کریم آپ سب کو بھی اور حاضر و غائب تمام دوستوں کو بھی اس سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے اور اللہ ہمیں اس حال پہ قائم رکھے۔ اس کیفیت میں موت نصیب ہو اور صاحب حال لوگوں اور صالحین کے ساتھ حشر فرمائے۔

رشتہ درکار ہے

دیندار جاٹ خاندان کی انیس سالہ گریجوایٹ بچی کے لئے لڑکا تعلیم یافتہ برسرروزگار و معزز خاندان سے ہو رابطہ کے لئے

آفتاب احمد ۔ ۱۸۰ او۔بیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

فون نمبر ۵۱۸۰۴۶۷

عورت کا مقام

مولانا محمد اکرم اعوان

کارگاہ حیات میں اللہ جل جلالہ' نے انسانوں کو دو اصناف میں تقسیم فرما دیا مرد اور عورت ان دو میں اللہ جل شانہ' نے میدان کی ذمہ داری مرد کے سر پر رکھی چونکہ تخلیقی اعتبار سے اس کام کے لئے اسے پیدا فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی زمانے میں کوئی عورت نبوت سے سرفراز نہیں فرمائی گئی۔ کیونکہ نبوت میدان کا کام ہے دعوت الی اللہ کا سرعام مناظرہ مقابلہ اور ہر طرح کی ایسی ضروریات جن کا تعلق میدانی زندگی سے ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ و السلام کے بعد جتنے نبی گذرے ہیں ہر نبی نے کسی عورت کی گود میں پرورش پائی۔ خود حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ و السلام کا واقعہ جب ہم دیکھتے ہیں انہیں اللہ نے جب براہ راست تخلیق فرمایا تو کارگاہ حیات میں ان کی مونس و غمگسار بھی عورت ہی کو پیدا فرمایا انہوں نے کسی عورت کی گود میں تو پرورش نہیں پائی۔ لیکن کسی عورت کے بغیر زندگی بسر نہیں کی ہے جہاں جہاں تاریخ میں نشیب و فراز آتے رہے قومیں بنتی اور بگڑتی رہیں وہاں تمام بگاڑوں میں ایک بگاڑ ہمیں پوری تاریخ انسانی میں نظر آتا ہے۔

جب بھی کوئی معاشرہ بگڑا تو سب سے بڑا اور سب سے خطرناک اور ایک ایسا کام جو ہر بگڑے ہوئے معاشرے میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے عورت کے مقام کو تبدیل کر دیا کہیں تو اسے انسان سمجھا ہی نہیں گیا کسی معاشرے میں تو عورت کے متعلق یہ رائے قائم کی گئی کہ یہ انسان نہیں بلکہ انسانوں کی خدمت کے لئے ایک کم تر درجہ کی مخلوق ہے اور اس حیثیت سے اسے لیا جانا چاہیے۔ کہیں انسانوں نے اسے گھروں سے نکال کر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا اور ایک مغربی مفکر کا قول ہے اگرچہ بات کسی مغربی مفکر کی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الحکمتہ ضالتہ المومن۔ کہ خوبصورت بات مومن ہی کا گم شدہ سرمایہ ہے جہاں سے ملے وہ یہ سمجھ لے کہ بات میری ہے کہیں کھو گئی تھی اس کے پاس ہے۔

تو بڑی خوبصورت بات کہتا ہے: "عورت گھر سے باہر نکل کر ہر وہ کام کر سکتی ہے جو مرد کرتا ہے لیکن وہ عورت نہیں رہتی" بڑی خوبصورت بات کی ہے اس نے۔ گھر سے باہر نکل کر عورت بھی ہر کام کر سکتی ہے جو

جب بھی کوئی معاشرہ بگڑا تو سب سے بڑا اور سب سے خطرناک اور ایک ایسا کام جو ہر بگڑے ہوئے معاشرے میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے عورت کے مقام کو تبدیل کر دیا

مرد کرتا ہے لیکن وہ عورت نہیں رہتی تو بہت کم لوگوں نے بہت کم قوموں نے بہت کم زمانوں میں عورت کو سر بازار لا کر مردوں کی طرح کام پر لگا دیا ہے۔ اس طرح بھی قومیں تباہ ہوئیں اور اکثر یہ ہوا کہ عورتوں کو کم تر درجہ کی مخلوق سمجھ کر صرف اور صرف خدمت لینے کے لئے مختص کر دیا گیا اور وہ قومیں نتیجتاً تباہ ہو گئیں یا پھر ایک مفکر کی بات ہے جو مغرب ہی سے متعلق ہے وہ کہتا ہے۔

"کہ قوموں کے بیڑے عورتوں کے ہاتھ سے شراب کے مٹکے میں ڈوب گئے"۔

اس نے اوور آل (Over All) جائزہ لیا ہے قومی زندگیوں کا تو تیسری رائے جو ملتی ہے کہ قوموں کے بیڑے عورت کے ہاتھوں شراب کے مٹکے میں غرق ہو گئے۔

اسلام نے جہاں زندگی کے تمام امور کی حقیقی صحیح اور انسانی مزاج کے مطابق راہ متعین کی وہاں بہت زور دیا ہے عورت کے صحیح اور اصلی مقام پر۔ قرآن حکیم نے جگہ جگہ کہیں بحیثیت والدہ کے اس کی عظمت بیان کی ہے کہیں بحیثیت ہمشیرہ کے اس کی عظمت اس کا حصہ اور اس کا تعلق اور اس کا حق اور کہیں بحیثیت بیوی کے اس کا مقام اس کے حقوق اور ان کے احترام کی تاکید فرمائی ہے کہیں بحیثیت بیٹی کے اس کے حقوق کو متعین فرمایا ہے۔

جہاں تک کمالات انسانی کا تعلق ہے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ نبوت سے کوئی عورت سرفراز نہیں ہوئی لیکن نبوت کے بعد اعلیٰ سے اعلیٰ ترین مناصب جو ہیں وہ اللہ کریم نے عورت کو عطا فرمائے ہیں۔

ہمارے پچھلے کسی جمعہ پہ وہ واقعہ گذر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ نبینا علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کا قرآن کریم بڑے صاف الفاظ میں کہتا ہے واوحینا الی ام موسی اللہ فرماتا ہے۔ میں نے موسیٰ کی ماں سے بات کی تھی۔ کتنا قرب محسوس ہوتا ہے اس جملے میں ام موسیٰ کو اللہ سے کتنا قرب تھا کہ نہایت بے تکلف انداز میں ذات باری ارشاد فرماتی ہے ہاں میں نے بات کی تھی موسیٰ کی والدہ سے تو کتنا قرب ہے ان الفاظ میں اور براہ راست خطاب ہے ام موسیٰ کو اور بات معمولی نہیں تھی۔

فرماتے ہیں میں نے کہا تھا ام موسیٰ کو موسیٰ کی ماں۔ موسیٰ کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہے لیکن جب فرعون کے پیادوں کی طرف سے خطرہ پیدا ہو۔ فالقیہ فی الیم اسے دریا میں پھینک دے۔

فاقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم۔ اسے ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں پھینک دے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ درمیان میں کوئی بتانے والا نہ ہو کوئی اس کی تائید کرنے والا نہ ہو کوئی اس کی شہادت دینے والا نہ ہو عورت نبی بھی نہیں ہے وحی الٰہی ان معنوں میں اس پر نازل نہیں ہوتی جس طرح انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔

اب یہ جو اوحینا الی ام موسیٰ ہے یہ یا القا ہو گا یا الہام ہو گا یا کشف ہو گا یا وجدان ہو گا ولی کے پاس یہ چار

ذریعے ہوتے ہیں جن سے اسے مخاطبہ الٰہی ہوتا ہے ان چاروں میں سے ایک ذریعہ یا وجدان ہے یا کشف ہے یا الہام و القا ہے تین ذریعے کہہ لیں یا چار کہہ لیں تو اس نے اپنے اس کشف پر یا الہام و القا پر اپنے وجدان پر اتنا یقین تھا اتنا اعتماد تھا کہ یہ بات جو میرے دل میں آ رہی ہے یہ میرے رب کی بات ہے کسی دوسرے کی نہیں ہے اور بات معمولی نہیں تھی۔ اب فرعون کے سپاہی آ کر بچے کو قتل کر دیں تو ماں کے لئے اس سے کہیں زیادہ مشکل یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے چار روز کے بچے کو دریا میں پھینک دے۔ اگر سپاہی چھین کر قتل کر دیں تو نسبتاً" آسان ہے اس ماں کے لئے جسے حکم دیا جائے کہ خود دریا میں پھینک دو۔ ماں کی گود تو خالی ہو گئی فرعون کے سپاہیوں نے قتل کر دیا خالی ہو گئی اٹھا کر دریا میں پھینک دیا گود خالی ہو گئی ماں کو کیا فائدہ ملا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں نہیں ایسی بات نہیں تھی میں نے اسے ساری بات بتا دی تھی میں نے اسے کہہ دیا تھا انا رادوہ الیک میں اسے واپس لوٹا دوں گا دریا کچھ نہیں بگاڑے گا اس کا وجاعلا من المرسلین میں اسے رسول بنا رہا ہوں یہ ضائع نہیں ہو گا۔ یعنی موسیٰ چند روز کا گود میں ہے بات ہو رہی ہے اللہ جل شانہ' کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ گرامی کی اور خدا کہتا ہے موسیٰ کی ماں دنیا عالم اسباب ہے میں خود اسباب پیدا کرتا ہوں ان میں اثر عطا کرتا ہوں اگر فرعون کو میں نے سلطنت دی ہے تو تجھے میں نے تنہا نہیں چھوڑ دیا تجھے میں نے موسیٰ دے دیا ہے اور موسیٰ میرا رسول ہے۔

اب اگر فرعون کے سپاہی اسے قتل کرنا چاہیں اور تجھے خوف ہو دریا میں پھینک دینا اور میری قدرت کا تماشہ دیکھنا وہ اتنا قادر ہے کہ ہزاروں بچے جس موسیٰ کے لئے فرعون نے تہ تیغ کرا دیئے اس کی پرورش اس نے فرعون کے گھر میں شروع کروائی۔

قدرت باری کی بات علیحدہ ہے لیکن آپ عورت کے مقام کو دیکھیں کہ اس زمانے کی پوری تاریخ میں ایک مثبت موڑ ایک عورت کے کشف کا محتاج ہے فرعون کی تباہی اور فرعون کا دریا میں غرق ہونا غرق نیل ہونا غرق دریا ہونا ظلم و جور کا تباہ ہونا اور حق و انصاف کا سربلند ہونا فرعون کا تباہ ہونا اور موسیٰ علیہ الصلوۃ و السلام کا سریرائے سلطنت ہونا یہ اتنا بڑا انقلاب ہے تاریخ انسانی میں جو ایک مثال بن گیا اسے پیچھے لے کر چلیں تو اس کی بنیاد ایک عورت کے مکاشفات و مشاہدات پر ہے۔

آپ آگے چلیں تو یہی ذکر ملتا ہے جو میں نے آج آیات تلاوت کی ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں میرے نبی مریم کا ذکر بھی خالی از برکات نہیں ہے۔ یعنی یہ ارشاد فرمانا واذکر فی الکتب مریم کتنا بڑا مقام ہے اللہ اپنے نبی سے کہہ رہا ہے کہ لوگوں کو مریم کی بات

ضرورت رشتہ

سلسلہ کے پرانے ساتھی انیس گریڈ آفیسر ریٹائرڈ کی بیٹی ذرا بڑی عمر، تعلیم ایف۔ اے، روحانی بیعت ہو چکی ہے۔ جس نے ہر قسم کی کشیدہ کاری، کٹنگ، سلائی، نیرک، پینٹنگ، ککنگ، پاکستانی، انگلش چائنیز کھانے، مشروبات، فینسی ووڈ ورکس اور بیوٹیشن کے کورسز کیے ہوئے ہیں کے لئے ہم پلہ والدین قاضی، پیرزادہ، میانہ فیملی قابل ترجیح۔ تفصیل کے لئے رابطہ کریں۔
پوسٹ بکس نمبر ۶۵۶ نوائے وقت۔
لاہور

قدرت باری کی بات علیحدہ ہے لیکن آپ عورت کے مقام کو دیکھیں کہ اس زمانے کی پوری تاریخ میں ایک مثبت موڑ ایک عورت کے کشف کا محتاج ہے فرعون کی تباہی اور فرعون کا دریا میں غرق ہونا غرق نیل ہونا غرق دریا ہونا ظلم و جور کا تباہ ہونا اور حق و انصاف کا سربلند ہونا فرعون کا تباہ ہونا اور موسی علیہ الصلوۃ و السلام کا سریرائے سلطنت ہونا یہ اتنا بڑا انقلاب ہے تاریخ انسانی میں جو ایک مثال بن گیا اسے پیچھے لے کر چلیں تو اس کی بنیاد ایک عورت کے مکاشفات و مشاہدات پر ہے۔

سناؤ مریم کی بات میرے قرآن میں لکھ دو واذکر فی الکتب مریم مریم کا ذکر خیر زرہ قرآن کے صفحات کی زینت ہو جائے کیا یہ کم مقام ہے اور قرآن میں کیوں آئے اس لئے آئے کہ خلق خدا کی رہنمائی کا سبب بنے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اذانتبذت من اھلھا مکانا شرقیاہ فاتخذت من دونھم حجابا۔" وہ گھروالوں سے قوم سے باہر نکلی کھلی اور تنہا جگہ میں اور جب ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوئی تو ارسلنا الیھا روحنا تو میں نے روح الامین کو حکم دیا کہ جاؤ مریم سے بات کرو اور مریم نبی نہیں تھیں۔ لیکن فرشتے کا ان کے پاس آنا قرآن ثابت فرما رہا ہے اللہ فرما رہا ہے میں نے روح الامین کو حکم دیا تھا کہ جاؤ اور مریم سے بات کرو اور ایسا کرو اس بچی نے آج قدم رکھا ہے گھر سے باہر تنہا ہے جنگل کی فضا ہے تمہارا مشاہدہ برداشت کر پائے یا نہ کر سکے تو تم اس کے لئے انسانی شکل میں مجسم ہو جاؤ فتمثل لھا بشرا" سویا

بشرا" سویا" ایک مہربان ایک خوبصورت ایک رحم دل ایک کریم انسان کی شکل میں متشکل ہو کر روح الامین حاضر ہو اور فورا" انہوں نے کہا قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا تو مرد اس تنہائی میں میں تجھ سے اللہ کی پناہ پکڑتی ہوں۔ یہ مقام ہے عورت کا۔ کہ میں عورت ہوں تنہا ہوں تو مرد ہے میں تجھے سے اللہ کی پناہ میں اپنے آپ کو دیتی ہوں تو انہوں نے کہا انما انا رسول ربک میں تو تمہارے خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں میں تو خدا کا پیغام لایا ہوں تیرے پاس اللہ کی بات پہنچانے آیا ہوں مجھ سے ڈرنے کی بات نہیں ہے۔

اور اس سے پہلے قرآن کریم میں ان کی کرامات و برکات کا جہاں ذکر ہوتا ہے اللہ کا نبی پوچھتا ہے جب وہ داخل ہوتے ہیں فلما دخلوا علیھا المحراب کمرے میں بند ہے مسجد کے کمرے پر تالا لگا ہے حضرت زکریا جب جاتے ہیں وجد عندھا رزقا تو وہاں فروٹ کے کھانوں کے ڈھیر لگے ہیں قرآن کریم بتاتا ہے چابی تو حضرت زکریا علی نبیینا علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس ہے مکان بند ہے حضرت مریم اندر ہیں بچی ہے تنہا ہے اور جب وہ دروازہ کھولتے ہیں اکثر یہ ہوتا ہے اندر پھل پڑے ہیں موسموں کی قید نہیں کھانا پڑا ہے دینے والا کوئی نہیں انی لک ھذا انہوں نے کہا مریم کہاں سے لئے تو نے قالت ھومن عند اللہ انہوں نے کہا بابا جی اللہ دے جاتا ہے ھو من عنداللہ انہوں نے یہ نہیں کہا خدا بھیج دیتا ہے یہ اللہ کے ہاں سے ہے ذرا الفاظ کی اس ترتیب پر اور ان کے مفاہیم پر غور فرمائیں تو کتنا تقرب الہی ہے اور کتنا قرب باری تعالی ان الفاظ سے عیاں ہوتا ہے ھومن عنداللہ عام سی بات ہے جیسے کوئی کہتا ہے میرا بھائی آیا تھا یہاں چھوڑ گیا میرا باپ آیا

تھا وہ دے گیا وہ کہتی ہے اللہ نے مجھے دے دیا۔
اسی طرح قرآن حکیم میں فرعون کی اہلیہ کا ذکر آتا ہے اور بڑی عجیب بات ہے جب وہ ایمان قبول کرتی ہیں تو فرعون کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور بات بھی ایسی تھی کہ وہ پوری سلطنت کو روک رہا ہے کہ موسیٰ کو مت مانو گھر سے اس کی بیوی نے ایمان کا اعلان کر دیا تو اس کے لئے تو ڈوب مرنے کا مقام تھا کہ جو لوگوں کو روکتا ہے اپنی بیوی کو تو منع کرے۔
تو فرعون نے حکم دیا کہ اس پر وہ مظالم کئے جائیں اسے اس طرح سے سزا دی جائے کہ باقی سارے لوگوں کے لئے بھی عبرت کا سبب بن جائے اگر اس کی بیوی نے یہ جرم کیا تھا تو اس کا یہ حشر ہوا ہم کریں گے تو کیا ہو گا۔
جب اس نیک بخت عورت کو فرعون کے عمال نے گرفتار کیا نبی وہ بھی نہیں تھی خدا وند عالم کہتے ہیں جب اسے فرعون کے سپاہیوں نے پکڑا تو اس نے میرے ساتھ بات کی۔ پہلی بات یہ کی رب ابن لی عندک بیت فی الجنته خدایا دنیا میں بہت جی لیا یہ نہیں کہا مجھے ان سے چھوڑا لو مجھے زندگی دے سلامتی دے نہیں خدایا بہت جی لیا بہت دیکھ لی دنیا میرا گھر بنا اپنے قریب تر بنا اپنی جنت میں بنا ایک جملے میں کتنی بات کہہ گئی رب ابن لی عندک بیت فی الجنته میرے لئے گھر بنا عندک اپنے انتہائی قریب بنا اپنی جنت میں بنا اور پھر کہتی ہیں مجھے اپنے آپ پر کوئی فخر نہیں ہے خدایا عورت ذات ہوں عمر گذار چکی ہوں کمزور ہوں اکیلی ہوں فرعون اور اس کے پاس سلطنت ہے۔
ونجینی من فرعون و عملہ مجھے فرعون کی سزاؤں سے بھی بچا لے ونجینی من قوم الظالمین اور ان ظالموں سے مجھے چھڑا لے تو فرماتے ہیں مفسرین لکھتے ہیں اس آیت کے ماتحت کہ جیسے اس کے منہ سے الفاظ نکلے تو خدا نے جنت تک حجابات ہٹا دیئے کہ دیکھ لے تیرا مقام یہ ہے اور اس سے پیشتر کہ فرعون کے سپاہی اس پر کوئی ظلم کرتے اللہ نے ان کی روح کو وہاں پہنچا دیا۔
اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حدیث شریف میں موجود ہے کہ آسیہ جو دنیا میں فرعون کی بیوی تھی جنت میں میری بیوی ہو گی اب بتاؤ اس سے بلند تر مقام کسی کے ذہن میں آ سکتا ہے تو اسلام نے عورت کے لئے ایک مقام بنایا ہے۔
موسیٰ علیہ الصلوۃ و السلام بڑے پریشان حال فرعون کی سلطنت سے بھاگتے ہوئے مدین میں پہنچتے ہیں اکیلے زاد راہ نہیں کوئی ساتھی نہیں کوئی رہنما نہیں ایک چشمے کو دیکھا لوگ مویشیوں کو پلا رہے ہیں انبیاء فطرتاً" کریم ہوتے ہیں دیکھا دو بچیاں ہیں جو علیحدہ کھڑی ہیں چپ چاپ قال ما خطبکما
کہنے لگے تجھے کیا ہوا کیوں کھڑی ہو قالتا لا نسقی حتی یصدر الرعاء و ابونا شیخ کبیر
انہوں نے دو وجہیں بتائیں ایک کہا کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے کام نہیں کر سکتا ورنہ ہم گھر سے باہر نہ آتیں۔ عورت گھر سے باہر جانے کے لئے کسی شرعی عذر کی محتاج ہے کسی وجہ سے باہر جا سکتی ہے پھر اگر باہر جائے بھی تو عورت عورت ہے اور معاشرے میں آزادانہ اختلاط اس کے لئے روا نہیں ہے اب چرواہوں کے ساتھ دھکم پیل کر کے ہم اپنا ریوڑ سیراب نہیں کر سکتیں۔ جب یہ پانی پلا کر چلے جائیں گے تب ہم اپنے ریوڑ کو سیراب کریں گے۔ فسقی لھما وہ نبی تھا اللہ کا۔

اور نبی فطرتاً" کریم ہوتے ہیں آخر کار انسان تھا اس نے جگہ بنا کر ان کے ریوڑ کو پلا کر واپس کر دیا وہ چلی گئیں تو غریب وطن بغیر کسی زاد راہ کے تہی دست بے بسی کے عالم میں اللہ کا نبی ایک سائے کے نیچے بیٹھا خدا سے دعا کی۔

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ خدایا فقر کی تنگ دستی کی غربت کی بے کسی کی انتہا ہو گئی نہ یہاں کوئی رشتہ دار نہ دوست نہ جاننے والا نہ میرے پاس زاد راہ نہ راشن نہ اسلحہ نہ سامان نہ میری منزل نہ کوئی بات تو میرے لئے جو خیر نازل فرما دے جو بھلائی عطا کر دے میں اسی کا بڑا محتاج ہوں جیسے یہ آیت ختم ہوتی ہے دعائیہ الفاظ ختم ہوتے ہیں تو اگلی آیت ہے۔

فجاء تہ احدھما ان دو بچیوں میں سے ایک بچی واپس آئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس یعنی اللہ کے رسول نے جو خبر جو بھلائی جو بہتری مانگی تھی اس کے جواب میں ایک بی بی بھیجی گئی ان کے پاس اور وہی ان کے نکاح میں آئی اور اس ایک بی بی کے آنے سے موسیٰ کی منزل بھی بن گئی موسیٰ کا گھر بھی بن گیا اور موسیٰ کا دیس بھی بن گیا ساری مصیبتیں کٹ گئیں لیکن وہ بی بی ایسی تھی تمشی علی استحیاء اور قرآن کہتا ہے اس کے چلنے کے انداز سے بھی حیا ٹپکتا ہے۔

تمشی علی استحیاء جب وہ قدم اٹھاتی اور رکھتی تھی تو اسکے قدم اٹھانے کا معیار بھی حیائے انسانی کا معیار تھا۔

یعنی ساری دنیا کی بھلائیاں عورت کے وجود میں ہیں جب اس میں حیا باقی ہے اور حضورؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت نے عورت کو صحیح مقام دیا بیبیاں پڑھتی بھی تھیں عورتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف بیعت ہوتی تھیں عورتیں مسائل پوچھتی تھیں اور تین حصے دین کے فقہی مسائل کے جو ہے وہ حبیبہ حبیب کبریا ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی ایک عورت کی روایات کے محتاج ہیں اور مرہون منت ہیں۔ جلوت کی باتیں تو تمام خدام نے دیکھیں لیکن خلوت تو ازواج مطہرات کا حصہ تھا۔ خلوت کی ساری باتیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عورت ہی بیان کرتی ہیں کتنے مسائل ہیں جو عورتوں نے جاکر در رسول پر جا کر سیکھے اور حضورؐ نے انہیں تعلیم فرمائے پھر جو باتیں حجاب میں آ جاتی تھیں پردے کی ہوتی تھیں تو وہ ازواج مطہرات سے عرض کر دیتیں اور پھر وہ حضورؐ سے پوچھتی تھیں اور پھر انہیں تعلیم فرما دیا کرتیں۔

حتیٰ کہ ہجرت سب سے پہلی ہجرت حبشہ کی تھی سب سے بڑا عظیم کام ایمان لانے کے بعد صحابہ کے سامنے جو پیش آیا وہ ہجرت حبشہ تھی ہجرت حبشہ میں عورتیں شریک ہیں کہ نہیں جہاں مردوں نے ہجرت کی وہاں بیبیوں نے بھی کی اسی ہجرت کے مہاجر ہیں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' اور آپ کی زوجہ محترمہ اور جگر گوشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کے بعد میدان کار زار آ جاتا ہے میدان احد ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو جاتے ہیں رخ انور زخمی ہو جاتا ہے تو پتہ ہے وہاں جسے آپ فرسٹ ایڈ کہتے ہیں یا سب سے پہلی مرہم پٹی کس نے کی عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ جگر گوشہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضورؐ کی بیوی اور حضورؐ کی بیٹی میدان جنگ میں مرہم پٹی کر رہی ہیں۔ لیکن کیا کسی نے ان سے بے حجاب ہو کر بات کی۔ یعنی اتنا حسن امتزاج ہے۔

اور یہ جو جنگ کی مرہم پٹی ہے یہ کوئی جنگ کے دن اس کی سمجھ آ جاتی ہے یا اس کے لئے پہلے تعلیم دی جاتی ہے اور اس ایک جنگ میں نہیں خندق کا کار زار گواہ ہے حضورؐ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام بیبیوں کو ایک قلعہ نما حویلی میں بند کر دیا کہ یہود بدعہدی کریں یا مشرکین مکہ کی طرف سے یلغار کریں تو علیحدہ علیحدہ ایک ایک گھر میں عورتیں اور بچے نہ ہوں ایک جگہ ہوں کچھ دفاع کر سکیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ مقرر فرما دیا حضرت حسانؓ شاعر تھے اور بہت نرم دل تھے۔

ایک یہودی پھرتا پھراتا اس قلعے کے قریب جا نکلا حویلی کے قریب جا نکلا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پھوپھی تھیں آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انہوں نے دیکھ لیا انہوں نے کہا حسان یہ ایک یہودی پھرتا ہے اگر یہ یہاں سے لوٹ گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر کئی آ جائیں گے یہ جا کر بتائے گا اور یہاں کوئی فوج کوئی سپاہ کوئی مرد نہیں ہے اور اگر بیبیوں پر یہودیوں نے حملہ کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہماری سپاہ کو بھی مورچوں سے واپس آنا پڑے گا اور پھر مکہ والوں کو راستہ مل جائے گا تو حق یہ ہے کہ اس یہودی کو قتل کر دو انہوں نے کہا اماں اگر مجھے قتل قتال کرنا ہوتا تو میں مورچے میں بیٹھا ہوتا یہ میرا کام نہیں ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیمے کی چوب کھینچ لی اور اس یہودی سے لڑ کر اسے قتل کر دیا اور حضرت حسان سے کہا کہ مقتول کا لباس اور اس کی زرہیں وغیرہ چھیننا حق بنتا ہے غنیمت ہے لیکن مرد ہے تو جا کر اس کا لباس اتار لے اور اس کا سر کاٹ کے لے آ اور اس کو دیوار کے اس طرف کھینچ دے کہنے لگا اماں جی رہنے دو سرے کو مر تو گیا ہی ہے ہم اس کے لباس کو کیا کریں گے۔

میدان جنگ میں آپ کو عورتوں کے خیمے مسلمانوں کے شانہ بشانہ نظر آئیں گے اور میدان جنگ میں جانے کے لئے بیبیاں اس دن تو نہیں ٹرینڈ ہو جاتیں اس کا مطلب ہے گھروں میں بچیوں کو فقہی احکام سمجھائے جاتے تھے دینی تعلیم دی جاتی تھی اور میدان عمل کی تربیت دی جاتی تھی۔ قزین کی جنگ مشہور جنگ ہے حضرت خالدؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے ہوئے محاصرے میں آ چکے تھے مسلمانوں نے محاصرہ کر رکھا تھا ایک جگہ سے فوج نکل کر مقابلے میں آ گئی تو حضرت خالدؓ چند ہمراہیوں کے ساتھ لڑتے بھڑتے محاصرے میں گھر گئے اب زور تھا ان کا کہ ہم اگر خالدؓ کو گرا لیں تو اس کا مطلب ہو گا کہ مسلمانوں کا محاصرہ اٹھ گیا۔

حضرت خالدؓ کے پاس حضورؐ نبی رحمت کے کچھ موئے مبارک تھے ایک دفعہ حضورؐ نے بال مبارک ترشوائے وہ صحابہ میں بانٹے تھے وہ کچھ تھے حضرت خالدؓ کے پاس تو وہ ان کو سی کر کپڑے کی ٹوپی میں سر پر پہنا کرتا تھے اوپر خول ہوتا تھا اسی دن سویرے کہیں جب انہوں نے زرہ خود پہنی وہ ٹوپی بھول گئے اور دوپہر کو ان کی بیوی نے دیکھا کہ ٹوپی تو گھر لٹک رہی ہے تو سمجھ آ گئی کہ خالدؓ جیسے احساس ہو گا تو خالدؓ لڑائی بھڑائی چھوڑ دے گا اور وہ برکات جو خالدؓ کے ہمراہ رہتی ہیں وہ بھی شاید آج اس کے ساتھ نہ ہوں تو اس محاصرہ میں لوگوں نے دیکھا ایک اکیلے تنہا سوار نے جو فوج حضرت خالدؓ کو محاصرے میں لے رہی تھی ایک طرف سے ان پر حملہ کر دیا اس بے جگری سے لڑا اور ٹوٹ کر لڑا کہ ان کی صفوں کو چیرتا ہوا خالدؓ کے پاس جا پہنچا۔ کیا یہ آسان کام تھا حضرت خالدؓ حیران ہوئے یہ ہے کون جب قریب پہنچا تو اس نے وہ ٹوپی نکال کر دی خالدؓ یہ ٹوپی تم گھر بھول آئے تھے میں

دینے آئی ہوں موجود ہے تفسیرین کے واقعہ میں لکھا ہے۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' کے والد گرامی جو تھے بہت بڑے مانے ہوئے جرنیل تھے اور فتح مکہ تک مکہ کے لشکروں کی قیادت انہی کے ہاتھ میں تھی فتح مکہ کے روز شرف ایمان سے مشرف فرمایا اللہ نے اور رسول اللہ نے وہ اہمیت دی کہ فرمایا جو بیت اللہ میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے یا پھر ابو سفیان کے گھر چلا جائے۔ یعنی جو اپنے گھر میں جو بیٹھا ہے وہ تو بیٹھا ہے باہر جو لوگ ہیں ان کے لئے جائے پناہ یا اللہ کا گھر ہے یا ابو سفیان کا گھر ہے تو حضورؐ کے وصال کے بعد وہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ بینائی کمزور ہو گئی تھی اور ایک دستہ مجاہدین کا جا رہا تھا تو انہوں نے گھر میں مشورہ کیا بیوی سے کہنے لگے حالانکہ اس کے بعد ہر جنگ میں ہر جہاد میں وہ شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک دفعہ بیوی سے مشورہ کیا کہ اب کے میرے لئے چلنا مشکل ہے میرے ساتھ کے لوگ سب دنیا سے گزر چکے ہیں میں بوڑھا ہوں عضاء و جوارح کام نہیں کرتے اب مصیبت یہ ہے کہ میری نظر بہت کمزور ہو گئی ہے مجھے نظر کچھ نہیں آتا۔ تو اللہ کی بندی نے کہا کہ اگر تیری دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں جب تک بھی تیرے وجود میں دم ہے تو مسلمان سپاہیوں کے ساتھ شامل ہو کر لڑتا رہے گا ورنہ روز حشر کیا جواب دے گا کہ کافروں کے ساتھ ہو کر محمد رسول اللہ کے مقابل تو لڑتا تھا اور جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ کی طرف سے لڑنے سے معذوری ظاہر کر دی۔ ان کے یہ الفاظ موجود ہیں اللہ کرے تیری دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں میں پھر بھی تجھے تلواروں کے سامنے بھیجوں گی۔ خدا سے حیا آتی ہے کہ تو کافروں کی قیادت کرتا رہا اور مسلمانوں کی طرف سے نہیں لڑ سکتا تجھے لڑنا ہو گا اور تجھے جانا ہو گا۔

تو تاریخ اسلام یہ بتاتی ہے کہ بحیثیت بیٹی والدین نے عورت کی تربیت کی۔ بحیثیت بیوی خاوند نے اس کی تربیت میں کمی نہیں چھوڑی۔ بحیثیت ماں بیٹوں نے اس تک دین پہنچایا۔ اس سے دین سیکھا۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آ کر ایک نہیں دونوں بگاڑ پیدا ہوئے کچھ لوگ جو اپنے آپ کو دین دار سمجھتے ہیں انہوں نے عورت کو گھر کی خادمہ سمجھ لیا ہے بیوی ہو بیٹی ہو یا بہو ہو بلکہ ہمارے دیہات میں تو یہ فقرہ عام استعمال ہوتا ہے کہ اب بھئی بچے کی شادی کریں ورنہ گھر کا کام کاج نہیں ہو سکتا۔ یعنی اگر ہم بچے کی شادی نہ کریں ایک نوکر

تو تاریخ اسلام یہ بتاتی ہے کہ بحیثیت بیٹی والدین نے عورت کی تربیت کی۔ بحیثیت بیوی خاوند نے اس کی تربیت میں کمی نہیں چھوڑی۔ بحیثیت ماں بیٹوں نے اس تک دین پہنچایا۔ اس سے دین سیکھا۔

لائیں تو بھی گزارا ہو سکتا ہے۔ نوکر لانے کی بجائے ہم نوکر نہیں لاتے بہو لے آتے ہیں یہ جو ہمارے روز کے گھریلو جھگڑے ہوتے ہیں نا یہ اس لئے ہوتے ہیں کہ آنے والی اپنے آپ کو دلہن سمجھتی ہے اور لانے والے اس کو گھر کی خادمہ سمجھتے ہیں وہ توقع کرتی ہے میرے ساتھ وہ سلوک ہو یہ توقع کرتے ہیں یہ اسی طرح سے کام کرے جس طرح ایک نوکرانی گھر میں کرتی ہے۔ تبھی تو روز جھگڑے ہوتے ہیں۔ یعنی دونوں کے لئے شادی کے بعد کے حالات غیر متوقع ہوتے ہیں۔

ایسے ہی ساری زندگی ان بے چاریوں کی بیت جاتی ہے کوئی انہیں دینی تعلیم نہیں سکھاتا یہ ان لوگوں کا حال ہے جو اپنے آپ کو مذہبی کہتے ہیں اور جن کی مثال بیٹیاں بہوئیں گھروں میں رہتی ہیں۔

ایک دوسرا طبقہ ہے ہمارا جو اپنے آپ کو آزاد خیال اور مہذب اور جدید تہذیب کا داعی کہتا ہے تو انہوں نے تو عورت کو اتنا رسوا کیا اتنا جاہلیت کے زمانے میں بھی نہیں تھا کہ ماچس کی تیلی بیچنی ہو تو بھی عورت کا اشتہار مکان بیچنا ہو تو عورت کا اشتہار انہوں نے عورتکو صرف اور صرف تماشہ بنا کر رکھ دیا اور شرم آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ٹیلی وژن پر گھنگھرو بندھوا کر نچایا جاتا ہے اورساتھ لکھا جاتا ہے گلشن آرا سید خدا کا خوف کرو کہاں کا شانہ نبوی کہاسید کا مقام کس سے نسبت اور پھرانہیں صدارتی ایوارڈ دے دیئے جاتے ہیں۔

یعنی کسی ناچنے گانے والی کو کسی بھانڈ کو کسی کنجر کو صدارتی ایوارڈ دینا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ کنجروں کا شہنشاہ ہے یعنی بادشاہ کا اسے ایوارڈ دینا یا صدر کا اسے ایوارڈ دینا اسی بات کی دلیل ہے کہ یہ کنجرپنے میں بادشاہ ہے کتنی عجیب بات ہے۔

قوم کے آدھے حصے نے بیبیوں کو پکڑا تو نہ صرف ڈوموں کے ساتھ کھڑا کیا بلکہ ڈوموں کا بادشاہ بنا دیا حالانکہ تھی سادات کے خاندان سے اورکچھ لوگوں نے پکڑا تو اسے گھر کی خادمہ بنا دیا جیسا زمانہ جاہلیت میں سمجھا جاتا تھا اور یہ دونوں راستے غیر اسلامی ہیں اسلام نے ان کے درمیان راستہ تعلیم فرمایا ہے کہ عورت بوقت ضرورت میدان میں لڑسکنے کے قابل ہو عورت بوقت ضرورت اپنی حفاظت کرسکنے کے قابل ہو عورت بوقت ضرورت اپنے گھروالوں کی مدد کرسکنے کے قابل ہو اور حلال و حرام سے واقف ہو پاک اور ناپاک سے واقف ہو بلکہ تقدس کے اسی مقام پر کھڑی ہو کہ روح الامین بھی آئے تو اسی سے بات کرسکے۔ اور اللہ بھی چاہے تو اسے اپنے الہام و القاسے نواز سکے اور عورت کا مقام یہ ہے کہ اسے مکالمہ الہیٰ حاصل ہو پھراس کی گود میں مسلمان پلیں

نوٹ

المرشد کا شمارہ ایک ماہ قبل ہرماہ کی ۱۷ تا ۱۹ تاریخ کو پوسٹ ہو جاتا ہے۔ اسی ماہ کی آخری تاریخ تک نہ ملنے کی صورت میں فوراً" خط لکھیں تاکہ آپ کو شمارہ دوبارہ بھیجا جاسکے۔ لیٹ اطلاع ملنے یا سٹاک میں شمارے ختم ہونے کی صورت میں شمارہ نہیں ملے گا۔ (ادارہ)

گے۔

اور اگر ہم نے میں نے آپ نے اپنی بیویوں کو اپنی بچیوں کو اپنی بہنوں کو یہ درجہ نہ دیا تو ہم یہ امید نہ رکھیں کہ ہمارے گھر میں خالدؓ ابن ولید پیدا ہو گا وہ بابو ہی ہو گا جو آج کل ہو رہے ہیں۔ جہاں کوئی پیدا ہوتا ہے بابو ہی پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی مرد میدان پیدا نہیں ہوتا۔ اور نسلیں تباہ ہو رہی ہیں قوم بگڑ رہی ہے معاشرہ ٹوٹ پھوٹ رہا ہے اور ہم ہیں کہ بے فکر ہیں۔ ساری ساری زندگی یہ بے چاریاں پردہ دار گھروں میں پردہ دار خواتین مرتی مرجاتی ہیں کوئی ان کی نماز تک درست نہیں کراتا کوئی انہیں وضو کے مسائل نہیں بتاتا کوئی انہیں حلال حرام جائز ناجائز پاک ناپاک کی تعلیم نہیں دیتا کوئی انہیں اللہ کا نام لینا بھی نہیں سکھاتا۔ ایک طرف یہ ہے اور دوسری طرف یہ حال ہے کہ گھروں سے اٹھاکر اونٹ کی کوہان پر بٹھا دیا اور اردگرد لوگ تالیاں پیٹ رہے ہیں تو میاں سمجھو۔

عورت نہ تو نری مرد کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے نہ مرد پر سواری کے لئے عورت مرد کی زندگی کا بہترین حصہ ہے۔ بہترین تعلیم کی مستحق ہے یہ بہترین

تربیت کی مستحق ہے یہ اور اعلیٰ مقامات اور تقدس کے اعلیٰ رشتے اور شرم و حیا کی بلندیوں پر فائز ہونا اس کا منصب ہے اور یہ اس کا حق بنتا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ایک عورت میدان حشر میں چار چار مردوں کو لے کر جہنم میں جائے گی یا رسول اللہ چار مردوں کو کیسے فرمایا سب سے پہلے جب گرفتار بلا ہو گی تو اس کا باپ حاضر کیا جائے گا یہ چھوٹی تھی تیرے گھر میں پلی تھی تو نے تربیت کا حق ادا کیا تھا اگر نہیں کیا تو اس کے ساتھ جہنم میں تو بھی جا اس کے بعد بھائیوں کی باری آ جائے گی تمہارے ساتھ کھیل کر بڑی ہوئی تھی تم نے اسے جائز و ناجائز حلال و حرام اور اسلام و کفر بتایا تھا نہیں تو اسی کے ساتھ تم بھی جاؤ پھر خاوند کی باری آ جائے گی تیرے گھر میں جب آئی تو نے اسے سمجھایا جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے خدا کے ساتھ ہمارا ایمان کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا ہے آخرت کیا ہے موت اور مابعد الموت کیا ہے تو نے بتایا تھا نہیں تو تم بھی اس کے ساتھ جہنم میں جاؤ اور آخر میں اولاد کی باری آئے گی بیٹوں پر بھی سوال ہو گا کہ تم نے کوشش کی تھی کہ اگر آج تک کسی نے نہیں بتایا تو ہم ہی اپنی ماں کو کچھ جائز و ناجائز حلال و حرام غلط اور صحیح کچھ تو بتا دیں اگر تم نے بھی نہیں بتایا تو ایک عورت کے ساتھ باپ شوہر بھائی اور بیٹا چار مرد جہنم میں جائیں گے حدیث شریف میں موجود ہے اگر ایک عورت کو اس وجہ سے جانا پڑا کہ وہ ساری عمر یہ جان ہی نہیں سکی کہ حلال کیا ہے حرام کیا ہے حق کیا ہے ناحق کیا ہے تو حضورؐ فرماتے ہیں اکیلی نہیں جائے گی باپ بھائی خاوند اور بیٹا چار مردوں کو ساتھ لے کر جائے گی۔ تو حق یہ ہے کہ بیٹیوں کو، بہنوں کو، بیٹوں کو، ماؤں کو ان کا جائز مقام دیا جائے عقائد اسلامی تعلیم کرو حلال و حر ، سمجھو ، نہیں اللہ اللہ کرنا سکھاؤ کیونکہ ان میں ساری استعداد موجود ہے جو مردوں میں پائی جاتی ہے۔

یہ اور بات ہے کہ فرض منصبی مرد کے جداگانہ ہیں اور عورت کے جداگانہ ہیں اللہ کریم ہم سب کو اور حاضر و غائب تمام احباب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

عورتوں کا مردوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا

حدیثِ انس ؓ : حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جس دن جنگ اُحد ہوئی اور لوگ نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے تو حضرت ابو طلحہؓ تھے جو آپ کے سامنے کھڑے ہو کر ایک ڈھال سے اوٹ کیے ہوئے تھے اور حضرت ابو طلحہؓ بہت اچھے تیر انداز تھے، آپ کی کمانوں کی تانت بہت سخت ہوتی تھی اور اس دن آپ دو تین کمانیں توڑ چکے تھے اور جب بھی کوئی شخص قریب سے تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو نبی کریمؐ اس سے فرماتے: یہ ترکش ابو طلحہؓ کے آگے ڈال دو! اور جب نبی کریم ﷺ جھانک کر کافروں کی طرف دیکھنے لگتے تو حضرت ابو طلحہؓ کہتے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ اس طرح نہ جھانکیں مبادا ان لوگوں کا کوئی تیر آپ کو آ لگے، میرا سینہ آپ کے سینے کے آگے ہے یعنی میں آپ پر قربان ہونے کے لیے حاضر ہوں (حضرت انسؓ کہتے ہیں) اور میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر ؓ اور حضرت اُم سلیم ؓ کو دیکھا کہ دونوں نے اپنے دامن اس طرح اٹھا رکھے تھے کہ ان کی پنڈلیوں میں پازیب نظر آ رہے تھے اور اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر لاتیں اور پیاسے زخمیوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں اور جب مشکیزہ خالی ہو جاتا تو واپس جا کر اسے پھر بھر لاتیں اور پھر لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں، اور اس دن حضرت ابو طلحہؓ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار چھوٹ کر گری۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۶۳ مناقب الانصار: باب ۱۸ مناقب ابی طلحہ رضی اللہ عنہ

دین اسلام اور سائنس

صدف اکرم

اسلام اور سائنس کے درمیان گہرا ربط ہے - بلکہ یوں کہنا بے جانہ ہوگا کہ اسلام سائنس ہے - کیونکہ آج کا دور جو سائنس کا دور کہلاتا ہے اس میں اسلام وہ واحد مذہب ہے جو نئے نظریات اور ایجادات کے سامنے باوقار انداز میں کھڑا ہے - ہندوازم 'یہودیت 'عیسائیت غرضیکہ کوئی مذہب بھی سائنسی یلغار کے سامنے اپنی اصل حالت میں کھڑا نہیں رہ سکا - ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا ترقی کی جن منزلوں کو چھو رہی ہے وہاں سوائے اسلام کے باقی مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کی تقلید آسان نہیں رہی - اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کا انسان ہر چیز کا ثبوت مانگتا ہے - آپ کی کسی بات کا یقین اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک آپ کے پاس کوئی solid logic نہ ہو- اسلام چونکہ دین کامل اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے سو اللہ تعالیٰ نے اسے ہر زمانے اور ہر دور کے انسان کے لیئے قابل عمل بنایا ہے - سائنس ایک ایسا علم ہے جس نے انسان کے کتنے ہی قدیم نظریات کو بدل ڈالا - کتنے ہی عقائد اور مذاہب ہیں جو سائنس کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں - مگر اسلام نہیں - اس کی وجہ ہے کہ سائنس کی بنیاد ہی اس اصول پر رکھی گئی ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیم ہے - یعنی theory اور practical آپ theory میں جتنے بھی اچھے ہوں اگر practical میں صفر ہیں تو مجموعی طور پر آپ ناکام ہوں گے - لہٰذا اسلام اور سائنس میں قدر مشترک یہ ہے کہ جو کہتے ہو اسے عمل سے ثابت کرکے دکھاؤ یہی وجہ ہے کہ اسلام سائنس کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے بلکہ اس کے لیے مشعل راہ ہے-

مسلمان پیدائشی طور پر سائنسدان ہوتا ہے - کیونکہ اس کا مذہب ایک طرف تو theory کے معاملے میں اتنا زور دیتا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے - اور دوسری طرف پریکٹیکل کے معاملے میں اتنا سخت فرمان ہے "تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے- لہٰذا مسلمان کی فطرت میں ہی سائنس کا بنیادی اصول موجود ہوتا ہے مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے "علم اور عمل" کے اس سنہری اصول کو بھلا دیا - دینی علم کے معاملے میں باقی مسلم دنیا ایک طرف اسلام کے نام پر قائم ہونے والے 50 سالہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا یہ حال ہے کہ یہاں فلم ایکٹریس عندلیب کے منہ پر تیزاب گر جائے تو ہر طرف شور مچ جاتا ہے - این جی اوز اور اخبارات قیامت کھڑی کر دیتے ہیں - اور دوسری طرف قرآن پاک کبھی کسی گٹر سے ملتا ہے تو کبھی گندے نالے سے - مگر مجرم کا پتہ نہیں چلتا ملک کی انتظامیہ 'پولیس سب بے بس ہیں - اور چند مرلے جلوس نکال کر مسئلے پر مٹی ڈال دی جاتی ہے - دوسری طرف اس کتاب

مسلمان پیدائشی طور پر سائنسدان ہوتا ہے - کیونکہ اس کا مذہب ایک طرف تو theory کے معاملے میں اتنا زور دیتا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے - اور دوسری طرف پریکٹیکل کے معاملے میں اتنا سخت فرمان ہے تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔

ہدایت کا یہ مصرف ہے کہ آیت کریمہ پڑھا لیجئے یا قرآن خوانی کروا لیجئے بات ختم تحقیق و جستجو تو بہت دور کی بات ہے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم مسلمان طاؤس و رباب اول 'طاؤس و رباب آخر کا نعرہ لگا کر علم اور عمل کے میدان سے یوں کنارہ کش ہوئے کہ وقت کے بدلتے تقاضوں کو محسوس ہی نہ کر سکے - سائنس ایک ایسا علم ہے جس میں colored word استعمال نہیں ہوتے اس میں objectivity ہوتی ہے - یہی وجہ ہے اس میں تعصب نہیں ہوتا - آج کا یہودی اور عیسائی سائنسدان اپنے تمام احباب کے باوجود حقائق کو نہیں چھپا سکتا - لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ آج سائنس- جو کچھ prove کرتی ہے وہ گھوم پھر کر 1400 سال کہی گئی ان باتوں کی تصدیق بن جاتی ہے جو ایک امی نے ارشاد فرمائی تھیں قرآن کی محافظ ذات باری تعالیٰ اس کی تصدیق ان لوگوں سے کروا رہی ہے جو اس کے سخت مخالف ہیں- آئیے سائنس اور اسلام کے relationship کا ایک مختصر جائزہ لیں -وہ لوگ جن کی سائنس ذکر الٰہی سے مہک رہی ہیں ان کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ سائنس ان کے بارے میں کیا کہتی ہے - جدید تحقیق کے مطابق اگر دماغ کی توانائی کا استعمال دیکھا جائے تو 90 فیصد توانائی Farce of Gravitation کو Balence کرنے میں استعمال ہو جاتی ہے - باقی 10 فیصد میں سے 7 فیصد دیکھنے میں 2 فیصد سننے میں اور صرف فیصد1 سوچنے کے لئے استعمال ہوتی ہے - مختلف تجربات کئے گئے تاکہ energy بچا کر دماغ کو دی جائے جو سوچنے کے لئے معاون ثابت ہو - لہٰذا سب سے پہلے psom salte دریافت کیا گیا- اسے اگر پانی میں ڈبویا جائے تو پانی میں سے gravityیا کشش ثقل ختم ہو جاتی ہے لہٰذا Water Tanks بنائے گئے ان میں Epsom Salt ڈال کر gravity ختم کی گئی - اس طرح 90 فیصد توانائی جو gravity کے لئے تھی وہ دماغ کو سوچنے کے لئے ملی - اور یوں بڑے بڑے حل طلب مسائل حل کر لیے گئے - اب باقی 10 فیصد توانائی بچانے کا کام شروع ہوا - سو Water Tanks اندھیرے میں رکھ کر کانوں کو بند کر کے سوچنے کا عمل کیا جاتا - اور یوں 100 فیصد توانائی دماغ کو سوچنے کے لیئے ملتی - اس طرح سالوں سے unsolved Problems کو solne کیا گیا - مگر یہ طریقہ ہر آدمی تو استعمال نہیں کر سکتا - اس لیئے جاپانیوں نے یہ کیا کہ Dome Shaped گھر بنائے - جن میں عام آدمی کام سے واپس آنے کے بعد آنکھیں بند کر کے خاموشی سے بیٹھ جاتا ہے - اور ایک گھنٹے تک گہری سانس لیکر یہ عمل کرتا ہے یوں دماغ کی توانائی کو restore کیا جاتا ہے حیرت کی یہ بات ہے کہ جاپانیوں کے یہ کمرے غار حرا سے ملتے جلتے ہیں - اور یہ طریقہ مراقبہ سے ملتا جلتا ہے - امریکیوں نے یہ کیا کہ اپنے کمرے Pieces Decoration سے خالی کر دیے ان کا خیال یہ ہے کہ آپ کا کمرہ جس قدر سادہ ہوگا - اور آپ کے گھر میں جتنی کم چیزیں ہوں گی آپ کی آنکھیں اتنی ہی کم Reflectہونگی اور ان کی توانائی Save ہو کر دماغ کو سوچنے کے لیئے ملے گی اب معلوم ہوتا ہے رسول اکرمؐ دونوں جہاں کے آقا ہونے کے باوجود ایک بستر اور کھجور

کے تکیے پر کیوں قناعت فرمایا کرتے تھے آج دنیا Arrangement پر لوٹ آئی ہے -

تمام مذاہب میں منفی جذبات جیسے غیبت اور جھوٹ کو Condemn کیا گیا ہے مگر اسلام نے اس کی سختی سے مزمت کی ہے - اس لیے کہ اسلام آپ کو Super Geneous دیکھنا چاہتا ہے - کیونکہ جب آپ مایوس ہوتے ہیں یا حسد یا غصہ کرتے ہیں تو آپ کی Brain Waves جو ہیں وہ High ہو جاتی ہیں اس حالت میں آپ کا دماغ کچھ absorb نہیں کرتا - آپ کی Memory اور intelligence پر برا اثر پڑتا ہے اور دماغ کمزور ہو جاتا ہے اسی لیے غصہ حرام ہے اور مایوسی کفر ہے - کیونکہ ظاہری نقصان کے ساتھ ساتھ اس کے اندرونی نقصانات بہت زیادہ ہیں اگر آپ geneous بنا چاہتے ہیں تو فوری طور پر ان passions Negative کو چھوڑ دیں -

اوپر جہاں میں نے مراقبے کے بارے میں بات کی ہے تو جاپانیوں اور امریکیوں کی تحقیق ثابت کرتی ہے کہ روزانہ یہ طریقہ استعمال کرنے سے دو فائدے ہوتے ہیں- ایک آپ کی Memory اچھی ہوتی ہے دوسرا یہ آپ کو Concentrate کرنا سکھاتا ہے یہ Concentration نماز میں آپ کے کام آتی ہے - اور دیگر چیزیں پڑھنے اور یاد کرنے میں مدد گار ہوتی ہے آپ کہیں گے کہ یہ تو ہندوؤں کے پاس بھی ہے - مثلاً یوگا اور اور کچھ اور عمل بھی - مگر دیکھیئے کہ یوگا کس قدر مشکل ہے- دوسری چیز روح ہے - جس کو ردھم کی ضروت ہوتی ہے آپ اللہ ھو کو ایک خاص طریقے سے دہراتے ہیں اور ردھم پیدا کرتے ہیں نیز یہ طریقہ آپ کے عقیدہ کو مضبوط کرتا ہے - آپ نے دیکھا ہوگا کہ صوفیائے کرام بیک وقت کئی کئی بیماریوں میں مبتلا ہونے کے باوجود چاک و چوبند نظر آتے ہیں - اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دماغ کی لہریں Smooth رہتی ہیں- یوں دماغ Energetic رہتا ہے - اور یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ طاقتور دماغ ہر چیز کا مقابلہ کر سکتا ہے خواہ بیماری ہو یا مصیبت - دیگر اقوام میں موسیقی کے ذریعے ردہم پیدا کرکے دماغ کی لہروں کو پر سکون کیا جاتا ہے - اسلام کی ایک اور تعلیم حلال و حرام کی تمیز ہے - آج ہر شخص جانتا ہے کہ خوراک کے انسانی زندگی پر کیا اثرات ہوتے ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ کیا چیز Sugar کرتی ہے اور کیا کھانے سے B.P ہائی ہو جاتا ہے - مگر افسوس کہ بہت کم لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اسلام نے جو چیزیں حرام قراردی ہیں اس کی کیا وجہ ہے آپ جو خوراک کھاتے ہیں اس کے جسمانی اثرات ہی مرتب نہیں ہوتے بلکہ نفسیاتی اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں - اگر حرام اور حلال اشیاء پر تحقیق کی جائے تو ان کے جسمانی نقصانات بھی سامنے آجائیں گے مگر آپ اگر چند لوگوں کو سامنے رکھ کر ایک نفسیاتی جائزہ لیں تو بہت سی باتیں سامنے آئیں گی مثال کے طور پر شراب ہی کو لیجئے - اس کے جسمانی نقصانات تو اب سب کو ہی معلوم ہو چکے ہیں اگر ایک نقصان یہ ہے کہ یہ غیرت کے Germs ختم کر دیتی ہے - آپ دیکھئے کے انگریزوں کے پاس غیرت کے جذبے کو Explain کرنے کے لیے کوئی Proper لفظ موجود نہیں ہے مسلمانوں کو دیکھئے جب اس لعنت سے پاک تھے اس دور میں محمد بن قاسمؒ ایک عورت کی ''المدد'' کی پکار سن کر حجاز سے ہند آئے تھے - آج بمبئی کے اڈوں پر بکنے والی 90 فیصد لڑکیاں کشمیری اور مسلمان ہیں مگر کوئی محمد بن قاسم نہیں ہے - مسجد اقصیٰ مسجد نبوی و حضرت بل جل رہے ہیں مگر کسی کو پرواہ نہیں ہے کیا آپ نے کبھی جاننے کی کوشش کی ہے

کیوں؟ اگر آپ سائیکالوجی پڑھتے ہیں تو اس کا Analysis کر کے دیکھیں - اس کی وجہ ہے شراب 'رشوت اور سود کو اپنے اوپر حلال کرلینا' کیونکہ آپ جب یہ حرام مال استعمال کرنے لگتے ہیں تو یہ آپ کے خون میں شامل ہو جاتا ہے اس کے بعد آپ کو کہیں سے بھی روحانی غذا نہیں ملتی - روح مردہ ہو جاتی ہے کیونکہ کوئی عبادت قبولیت کا شرف حاصل نہیں کرپاتی روحانیت سے دوری مذہب سے دور کرتی ہے - مذہب سے دور ہو کر آپ اتنے Materialistic ہو جاتے ہیں کہ پہلے وطن مذہب اور ملت کے رشتے بے جان ہو جاتے ہیں اور پھر خون کے رشتے بھی بے معنی ہو جاتے ہیں۔ آپ کے مال سے اللہ کی برکت اٹھ جاتی ہے - دولت کی ہوس ختم ہونے میں نہیں آتی اپنے اردگرد دیکھیے کتنے سود خور اور رشوت خور ہیں جو آپ کو مطمئن دکھائی دیتے ہیں آج سائنس کا Enthalpy کا نظریہ قیامت کو Prove کرچکا ہے Time Dialation واقعہ معراج کا سائنسی ثبوت ہے غرضیکہ ہربات ہر تحقیق اور نئی ایجاد آپ کے ایمان کو مضبوط کرتی ہے مگر افسوس مسلمان مردہ ہیں - دنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ

اہل ہمت چاند کو چھو آئے ہیں اور اب
ان کو دھن یہ ہے کہ جانب مریخ بڑھیں
ایک ہم ہیں نظر نہ آیا ہمیں عید کا چاند
سوچ رہے ہیں نماز عید پڑھیں نہ پڑھیں

اسلام اس قدر زندہ و جاوید مذہب ہے اور اس کے اندر اتنی Solidarity ہے کہ ہم نہ صرف غیر مسلموں اور تسلیمہ نسرین و سلمان رشدی جیسے مرتدوں کو منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں بلکہ اپنی کنفیوزڈ نوجوان نسل کو اس کی حقانیت ثابت کر کے دکھا سکتے ہیں - ضرورت صرف علم اور عمل کی ہے اپنے سرہانے سے ریڈیو کو نکال کر قرآن کو جگہ دیجئے۔ آخر کب تک ہم اس رشد و ہدایت کے سرچشمے کو طاقوں کی زینت بنائے رکھیں گے۔

اپنے علم' عمل اور تحقیق کی بنیادیں اسلام پر رکھیے اور اس قلزم خاموش کے اسرار کو ضرب کلیمی سے چیرنے کی کوشش کیجئے اس دعا کے ساتھ کہ

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی' مرا ایمان ہے زناری

کیونکہ آپ جب یہ حرام مال استعمال کرنے لگتے ہیں تو یہ آپ کے خون میں شامل ہو جاتا ہے اس کے بعد آپ کو کہیں سے بھی روحانی غذا نہیں ملتی - روح مردہ ہو جاتی ہے کیونکہ کوئی عبادت قبولیت کا شرف حاصل نہیں کرپاتی روحانیت سے دوری مذہب سے دور کرتی ہے مذہب سے دور ہو کر آپ اتنے Materialistic ہو جاتے ہیں کہ پہلے وطن مذہب اور ملت کے رشتے بے جان ہو جاتے ہیں اور پھر خون کے رشتے بھی بے معنی ہو جاتے ہیں۔

اللہ

جب میں اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ " کلام وہ ہے جب قلب سے ہو " تو میں نے تیس سال کی نمازوں کا اعادہ کیا۔ اس کے بعد تیس سال تک یہ التزام کیا کہ جس وقت بھی نماز کے اندر دنیا کا خیال آجاتا تو دوبارہ نماز ادا کرتا۔ اور اگر آخرت کا تصور آجاتا تو سجدہ سہو کرتا۔

(حضرت جنید بغدادی)

ھو

شیطان کے چیلے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

یایھا الذین امنوا لا تتبعوا خطوت الشیطن ومن یتبع خطوت الشیطن ط فانہ یا مر بالفحشاء و المنکر ط ولولا فضل اللّٰہ علیکم و رحمتہ' مازکی منکم من احد ابدا" ولکن اللّٰہ یزکی من یشاء ط واللّٰہ سمیع علیم ○ (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۲۱)

اٹھارویں پارے میں سورۃ النور کی یہ آیہ مبارکہ حکم دے رہی ہے کہ وہ لوگ جنہیں اللہ جل شانہ' کے ساتھ اللہ کے دین کے ساتھ اللہ کے نبی برحق اور کتاب کے ساتھ ایمان کی سعادت حاصل ہے ان کے لئے حکم یہ ہے کہ لا تتبعوا خطوت الشیطن کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ خطوات خطوۃ کی جمع ہے اور خطوۃ قدم کو کہتے ہیں شیطان کے نقش قدم پر بظاہر تو چلنے کا کوئی بھی اقرار نہیں کرتا ہر بندہ یہی سمجھتا ہے کہ میں شیطان کی پیروی نہیں کر رہا اور انسانی مزاج ایسا ہے کہ ہربندہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کے لئے اپنے اندر جواز پیدا کرتا رہتا ہے اور بہانے سوچتا رہتا ہے قرآن حکیم نے جہاں یہ حکم دیا وہاں معیار ارشاد فرما دیا کہ شیطان کے نقش قدم پر یا شیطان کی پیروی کرنے والے کون لوگ ہیں فرمایا۔

ومن یتبع خطوت الشیطن جو بھی شیطان کے نقش قدم پہ چلتا ہے فانہ' یامر بالفحشاء والمنکر تو شیطان بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اگر کوئی فرد اس کی پیروی اختیار کرتا ہے تو وہ بے حیائی اور برائی میں ملوث ہو جاتا ہے من حیث القوم اگر قوم اس کی پیروی کرتی ہے تو قومی کردار میں بے حیائی اور برائی آجاتی ہے اور شیطان کے ساتھ تعلق جو ہے یا اس کی پیروی جو ہے وہ اللہ جل شانہ' سے دور کر دیتی ہے لیکن جہاں تک بھلائی کا پاکیزگی کا اچھائی کا تعلق ہے۔ لولا فضل اللّٰہ علیکم و رحمتہ اگر اللہ کا فضل اس کا کرم اس کی رحمت نہ ہو تم لوگوں پر۔ مازکی منکم من احد ابدا" تو کبھی بھی کوئی بھی تم سے پاکیزہ سوچ پاکیزہ کردار یا پاکیزہ تشخص کا حامل نہیں ہو سکتا ہر بہتری' ہر بھلائی' ہر نیکی' شرم و حیا' صداقت' خلوص' ورع' تقویٰ یا ساری چیزیں محض اللہ کا کرم اور اس کا فضل ہیں یعنی بندہ جتنا شیطان کی مخالفت کرے گا شیطان سے دور جائے گا اور جس قدر رب کریم کے قریب جائے گا جتنی اللہ کی اطاعت کرے گا اتنا اللہ کا کرم اور اس کی رحمت اسپر ہو گی اور اسے پاکیزگی نصیب ہو گی کردار میں بھی افکار میں بھی اس لئے کہ ولکن

الله یزکی من یشاء یہ اس کی قدرت کاملہ ہے کہ مشت غبار کو وہ فرشتوں سے زیادہ مقدس بنا دے یہ اس کی قدرت کاملہ ہے کہ مشت غبار میں وہ شعور رکھے کہ وہ اللہ کا طالب بن جائے یہ اس کی حکمت بالغہ ہے کہ اپنے مزاج میں انسانی خمیر گلنے سڑنے والا اور فرسودہ ہو کر

تو زندگی کو' اپنے فیصلوں کو' اپنی امیدوں کو' اپنی آرزوؤں کو وابستہ کر دینا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات سے یہ عین ایمان ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دروازہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات چھوڑ کر عملی زندگی میں کسی بھی اور دروازے سے اپنی امیدیں وابستہ کرلینا یہ شیطان کی پیروی ہے۔

تباہ ہونے والا' بدبو پیدا کرنے والا' خراب ہونے والا وجود ہے لیکن جب اس کا کرم ہوتا ہے تو اس میں وہ برکات و انوارات وہ کیفیات پیدا کر دیتا ہے کہ موت بھی اسے فرسودہ نہیں کر سکتی دنیا کا کوئی انقلاب اس سے رونق نہیں چھین سکتا۔ زمانے کی کوئی روش اس میں سے اس کی نورانیت پر خوشبو چرا نہیں سکتی۔ لیکن یہ تب ہوتا ہے جب اللہ چاہے اس لئے کہ اللہ سننے والا بھی ہے اور جاننا بھی ہے یعنی یہ فکر نہ کرو کہ اللہ کو کون بتانے جائے گا کہ فلاں بندہ آپ کا خلوص دل سے طالب ہے وہ علیم ہے وہ خود جانتا ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے اسے یہ بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی کیا چاہتا ہے اسے کیا ضرورت ہے وہ کب مانگ رہا ہے اسے جب بھی پکارو سنتا ہے اور جو فیصلہ بھی تم اپنے دل کی گہرائی میں کرتے ہو وہ اس فیصلے کو جانتا ہے۔

حضرات گرامی! ایمان کی حقیقت ہے یہی کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وہ اعتماد کیا جائے۔ جو کسی عقلی دلیل کا محتاج نہ ہو اس بات کو اس لئے قبول کیا جائے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور اس میں شبہے کی گنجائش نہیں ہے ہمارے پاس قرآن حکیم بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے ذریعے سے پہنچا ہے۔ ہم نے وحی سے نہیں وصول کیا ہم نے فرشتے سے نہیں سنا۔ آسمان سے کسی نے کتابت کر کے اللہ نے نہیں اتارا۔ بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اور پھر بتایا کہ یہ جملہ جو میں نے ارشاد فرمایا ہے یہ میرا نہیں یہ اللہ کا ہے اور یہ قرآن ہے۔ تو زندگی کو' اپنے فیصلوں کو' اپنی امیدوں کو' اپنی آرزوؤں کو وابستہ کر دینا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات سے یہ عین ایمان ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دروازہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات چھوڑ کر عملی زندگی میں کسی بھی اور دروازے سے اپنی امیدیں وابستہ کرلینا یہ شیطان کی پیروی ہے۔ ہر وہ بات قابل قبول ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہو وہ مولانا بتائیں وہ پیر صاحب بتائیں وہ استاد بتائیں وہ کوئی کتاب بتائے تو کسی کے حوالے سے بھی اطاعت ہو گی اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی دوسرا اس حیثیت کا نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو چھوڑ کر یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف اس کی بات مانی جائے جب ہم ایسا کریں گے خدا نخواستہ اللہ نہ کرے کہ ہم ایسا کریں لیکن اگر ہم یہ کریں گے تو اس کا مطلب ہو گا کہ ہم شیطان کی پیروی کر رہے ہیں پھر بعض قوتیں دنیا میں ہیں ہی شیطانی قوتیں اور شیطانیت اور شیطنت کا مظہر ہیں۔

قرآن حکیم نے شیطان کی دو قسمیں بتائی ہیں شیطین الجن و الانس۔ کچھ شیطان جنوں میں سے ہیں اور کچھ شیطان انسانوں میں سے بھی ہیں نبی علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شیطان جنوں میں سے ہے وہ کم خطرناک ہے۔ اس لئے کہ وہ آپ کے دل میں وسوسہ پیدا کرسکتا ہے۔ خیال ڈال سکتا ہے بات القا کرسکتا ہے لیکن جو شیطان انسانوں میں سے ہے اس کے ساتھ آپ کو لین دین بھی کرتا ہے کاروبار بھی کرنا ہے معاملات بھی ہیں دوستی دشمنی بھی ہے اور وہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر بھی کہیں لے جا سکتا ہے آپ کے سامنے کام کر کے آپ کو ترغیب دے سکتا ہے تو فرمایا جو شیطان انسانوں میں سے ہے وہ بہت زیادہ خطرناک ہے ہماری مصیبت صرف یہ ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں شیطانوں کے پیچھے چلتے ہیں اپنے دعوے میں ہم اللہ کی اطاعت کا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنی نمازیں بھی، کسی حد تک کچھ تسبیحات، روزے، تلاوت بھی۔ لیکن جب بات آتی ہے عملی زندگی کی۔ عملی زندگی میں ہم نیکی کی طرف بھلائی کی طرف نیک لوگوں کی طرف بھلے آدمیوں کی طرف نہیں جاتے آپ اپنے وطن عزیز کی روش کو اگر سوچیں تو یہاں کہنے کو تو اب گولڈن جوبلی منانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آزادی کی لیکن کیا واقعی یہ ملک آزاد ہے میں ایسا نہیں سمجھتا دنیا میں کسی بھی قوم کو آزادی پلیٹ میں رکھ کر نہیں دی جاتی آزادی ہمیشہ مقابلہ کرکے چھین کے لی جاتی ہے۔ زنجیریں توڑ کر قفس توڑ کر پنجرے توڑ کر آزادی ملتی ہے اور اگر کسی پرندے کو آپ ہلا لیں کہ وہ آپ کے ہاتھ سے ہی دانہ کھائے اڑ کر جائے تو بھی واپس آکے ہاتھ پر آکر بیٹھے تو اسے آپ پنجرے میں نہ رکھیں اور کہیں یہ آزاد ہے تو کیا آزاد ہے اس کی آزادی صرف اتنی ہے کہ اس کے ارد گرد کوئی پنجرہ یا سلاخیں نہیں ہیں۔ لیکن وہ ذہنی طور پر قلبی طور پر اپنے ضمیر کے اعتبار سے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غلام ہو گیا۔ پنجرے میں رہنے والوں میں شاید قید و بند کی صعوبتوں میں آزادی کی تڑپ تو موجود رہتی۔ یہ جسے آپ نے دانے پہ ہلا لیا اس سے تو آزادی کی تڑپ ہی ختم ہو گئی۔ ہماری آزادی اس سدھائے ہوئے پرندے کی آزادی ہے۔ کہ انگریز نے یہاں سے اپنا بوریا بستر بظاہر سمیٹ لیا لیکن ہوا یہ کہ جب یہاں انگریزی حکومت تھی تو کیا سارے لوگ یورپ سے آتے تھے اس حکومت کو قائم رکھنے کے لئے۔ ہرگز نہیں۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ بنگال سے لیکر کابل کی سرحد تک اس پورے Subcontinent میں ساڑھے تین ہزار انگریز تھے اعلیٰ عہدوں پر باقی سارے یہیں کے لوگ تھے جو انگریزی حکومت کے لئے کام کرتے تھے۔ انگریز نے ہزاروں جانیں لٹائیں ہٹلر کے مقابلے میں لاکھوں جانیں لٹائیں جاپان کے مقابلے میں۔ کیا یہ سارے لوگ وہ برطانیہ سے لایا تھا۔ یہ سارے ہمارے آباؤ اجداد تھے یہ سارے ہم ہی تھے۔ جو ہٹلر کے مشہور جرنیلوں کے خلاف عرب کے صحراؤں میں لڑتے رہے اور جاپانیوں کے خلاف برما میں اور مشرقی محاذ پر مقابلے کرتے رہے یہ سارے لوگ ہم ہی تھے۔ یہیں کے رہنے والے تھے ہمیں کیا مصیبت تھی ہم کیوں انگریز کے لئے جانیں دیتے رہے ہمارے ساتھ ایک فریب ہوا تھا۔ انگریز نے آپ کو یاد ہو گا چوکیدار، نمبردار، علاقے دار، ضلعدار یہ اس نے سول میں عہدے بنائے تھے۔ گاؤں کا کوئی شریف آدمی اس چوکیدار سے بھی آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتا تھا جو اس گاؤں کا کوئی کمین ہوتا لیکن وہ حکومت کی طرف سے چوکیدار ہوتا تو حکومت کی فورس پولیس تھانہ چوکی والے چوکیدار کی بات سنتے تھے میری اور آپ کی نہیں۔ ہم نے خود یہ زمانہ دیکھا ہے کہ اگر کوئی حادثہ ہوتا تو شرفاء پہلے چوکیدار کو رپورٹ کرنے جاتے کہ جناب یہ واقعہ ہو گیا اور تم ساتھ چلو کہ اب چوکی پر پولیس کے اے۔ ایس۔

آئی کے پاس جائیں۔ ضلعدار اور علاقے دار اپنے علاقے کو کنٹرول کرتے انہیں جاگیریں دی جاتیں اس سے بڑے پھر جاگیردار پیدا کئے انگریز نے۔ بہت زیادہ جاگیریں نوے فیصد سے زیادہ جاگیریں دینی مدارس سے ضبط کیں دس فیصد شرفاء سے اور ایک طبقہ پیدا کر دیا اس ملک میں جاگیرداروں کا۔ جو کھاتے بھی ان جاگیروں سے انگریز کا سبھ کرتے اور انگریز کی خدمت کے لئے پورے ملک کو انگریز کا غلام بنا کر رکھتے تھے اور پورا ملک مجبور تھا انگریز کی غلامی کے لئے ان خان صاحبوں' رائے بہادروں' سروں اور جاگیرداروں کے طفیل۔ انگریزی حکومت تو چلی گئی لیکن کیا یہ انصاف کی بات نہیں تھی کہ جو جاگیریں انگریز نے اپنی حکومت کی بقا کے لئے دی تھیں۔ جب انگریزی حکومت چلی گئی تو کیا وہ جاگیریں اس ملک کا اس قوم کا حق نہیں تھیں وہ واپس نہیں جانی چاہیے تھیں۔ وہ جاگیریں وہیں رہیں جاگیردار وہیں رہا جاگیردار کی وفائیں بھی وہیں رہیں اور لوگوں کی غلامی بھی وہیں رہی۔ آج وہی جاگیردار انہی مجبور لوگوں کے ووٹوں سے اوپر آ جاتا ہے اور آپ کی اسمبلی میں بیٹھ کر انگریز کی پیروی کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ہماری غلامی میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ہماری غلامی ایک درجہ اور نیچے چلی گئی پہلے اگر ہم انگریز کے غلام تھے تو اب ہم انگریز کے غلاموں کے غلام ہیں۔ اب ہمارا جاگیردار جو تھا اس کی امیدیں اب انگریز سے ذرا کم ہو گئیں انگریز اب اس کی یہ جاگیریں تو سلب نہیں کر سکتا اب اس نے دنیا میں اور اونچا دیکھنے کی کوشش کی تو اسے سب سے اوپر امریکہ نظر آیا۔ اب یہ جاگیردار جسے پیدا انگریز نے کیا تھا۔ اب اس کی وفاؤں کا مرکز اس کا قبلہ و کعبہ امریکہ بن گیا۔ امریکہ کا تسلط اس ملک پر ایسا ہے کہ جناب سب ہٹ جاؤ امریکہ سے ایک بندہ آ جائے گا۔ اسے وزیراعظم بنا دو۔ اس بندے کا یہاں کا اڈنٹی کارڈ اور پاسپورٹ وزیراعظم بننے کے بعد بنتا ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔ کہ ایک ملک کا ایک بندہ شہری ہی نہیں ہے۔ اس نے شہریت چھوڑ دی کیونکہ امریکہ کا قانون یہ ہے کہ جو بندہ امریکی شہریت لیتا ہے اسے دوسری سب شہریتیں چھوڑنا پڑتی ہیں۔ وہ ویسے نہیں دیتے۔ برطانیہ میں اگر کسی کو شہریت ملتی ہے تو وہ اپنی پاکستانی بھی رکھ سکتا ہے وہاں (Dual) ڈول نیشنیلٹی رکھ سکتا ہے۔ امریکہ میں ایسا نہیں ہوتا تو جو امریکی شہریت اختیار کرتے ہیں۔ وہ پاکستانی شہریت سرنڈر (Surrender) کر کے کرتے ہیں آپ کے معین قریشی صاحب جو آئے تو وہ مدت سے امریکی شہری تھے۔ خیر سے یہاں سے قادیانیوں نے پڑھا کر بھیجے تھے۔ وہاں ان کی اہلیہ یہودی' بیٹے اور بیٹیاں یہودی' داماد یہودی' بہوئیں یہودی' آپ مسلمان ہیں۔ کیا اسلام ہے اور کیا جرات ہے اسلام کی کہ عین دوزخ میں گلاب کھلا رہا ہے۔ یہاں وہ وزیراعظم بن گئے اس کے بعد ان کا پاسپورٹ پاکستانی بنا اڈنٹی کارڈ اس کے بعد وزیراعظم بننے کے بعد بنا۔ یہ سارا سب کو معلوم ہے یعنی اس قدر ہم محکوم ہیں کہ شاید ہی دنیا کے کسی دوسرے ملک پر اس طرح کی حکومت چلائی جا سکتی ہو میرے خیال میں تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہو گا کہ کسی ملک کو جو خود کو آزاد ملک سمجھتا ہے اس پر امریکہ سے ایک وزیراعظم مقرر کر کے بھیج دیا جائے اور اس کے بعد جتنے مقابلے ہو رہے ہیں۔ اپوزیشن کے یا حکومت کے۔ تو بے نظیر بھی امریکہ جاتی ہیں کہ جناب میں بڑی تابعدار رہوں گی میری مدد کی جائے میاں صاحب بھی امریکہ ہی جاتے ہیں نام کو سب کہتے ہیں کہ ملک یہاں کے مسلمانوں کا ہے عوام کا ہے چلو چھوڑو مسلمانوں کو بھی عوام کا ملک ہے اور عوام حکومت اور

تو شیطان بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اگر کوئی فرد اس کی پیروی اختیار کرتا ہے تو وہ بے حیائی اور برائی میں ملوث ہو جاتا ہے من حیث القوم اگر قوم اس کی پیروی کرتی ہے تو قومی کردار میں بے حیائی اور برائی آ جاتی ہے اور شیطان کے ساتھ تعلق جو ہے یا اس کی پیروی جو ہے وہ اللہ جل شانہ' سے دور کر دیتی ہے

عوام کی حکومت لیکن لینے کے لئے سب امریکہ ہی جاتے ہیں اور امریکہ خود کیا ہے انہیں شاید نظر نہیں آتا یہ سرکاری عینک سے دیکھتے ہیں۔ امریکہ اس وقت دنیا کا سب سے خراب ترین ملک ہے کردار کے' اعتبار سے' عقیدے کے اعتبار سے' معاشی اعتبار سے' سیاسی اعتبار سے' ہر طرح سے تباہی کے دہانے پر اور آتش فشاں کے اوپر بیٹھا ہوا امریکہ ہے۔ دنیا کے ممالک میں سب سے زیادہ مقروض ملک امریکہ ہے۔ اقوام متحدہ تک کے فنڈز بیاسی روپے ٹیکس دے باسٹھ تک تو اب پہنچ چکے ہیں۔ ان کے اپنے ماہرین کی رپورٹ یہ ہے کہ ۲۰۳۰ء تک یہ ریشو جو ہے یہ بیاسی فیصد تک چلی جائے گی اب اس تباہی سے بچنے کے لئے ان کی متبادل تجویز یہ ہے کہ ٹیکس کی وصولی جو حکومت کی ہے یہ Assets اسٹس کو سرمایے کو ٹیکس کیا جائے جسے ہم زکوۃ کہتے ہیں۔ زکوۃ یہی ہے ناکہ آج جس کے پاس جتنا سرمایہ ہے جس کے پاس سو روپیہ ایک سال تک محفوظ رہے ایک سال بعد اس میں سے اڑھائی روپے اللہ کے نام پر دے' اس اپنے ادارے کو دے' حکومت کو دے مسکینوں کو دے جہاں بھی دے تو وہ اسٹس کو ٹیکس کرنا جو ہے وہی زکوۃ ہے کہ سرمایے پر ایک ٹیکس لگایا جائے۔ یعنی خود امریکہ نزع کے حال امریکہ کھا گیا اور اسے نہیں دے رہا امریکن اکانومی جو ہے وہ اب اس نہج پر پہنچ گئی ہے کہ کوئی بھی ایسا بندہ نہیں جو ساٹھ باسٹھ فیصد ٹیکسز Taxes نہ دیتا ہو۔ اگر سو روپیہ کماتا ہے تو اس کے ساتھ باسٹھ روپے ٹیکس میں چلے جاتے ہیں اس کے باوجود ہر شہر میں آدھے سے زیادہ آبادی فٹ پاتھوں پر سوتی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ امریکہ کے جو ماہرین معاشیات ہیں وہ اب یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر امریکہ کو بحیثیت ملک باقی رہنا ہے تو اسے سودی نظام ختم کر کے اسلامی معاشی نظام اور زکوۃ کا نظام رائج کرنا چاہیے۔ اسی لئے کہ امریکی ماہرین کے مطابق سن ۲۰۳۰ء تک موجودہ نظام جو چل رہا ہے امریکہ کا یہ زیادہ سے زیادہ ۲۰۳۰ء تک چل سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں چل سکتا اور ۲۰۳۰ء تک یہ اس حال کو پہنچے گا کہ امریکی ماہرین کے مطابق امریکہ میں ۲۰۳۰ء میں ہر شخص بیاسی فیصد ٹیکس دے گا۔ تب حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ سو میں سے سو کماتا ہے تو اٹھارہ گھر لے جائے اور میں گرفتار ہے۔

اور آپ کو ایک اور مزے کی خبر سناؤں امریکہ کی خبریں بھی دنیا کے ٹیلی وژن وہ نشر کرتے ہیں جس کی حکومت امریکہ نشر کرنے کی اجازت دے لیکن خود امریکی ملک کے اندر ان کا جو ٹیلی وژن ہے وہ آزاد ہے وہ نشر کرتا رہتا ہے امریکی ٹیلی وژن کی خبر یہ ہے کہ گلف پر جو حملہ کیا مڈل ایسٹ میں جو وار ہوئی اس کے نتیجے میں امریکہ نے جو گیس بم اور جراثیم بم اس نے تجربہ کیا تھا کچھ جراثیم کے بم پھینکے گیسز مختلف جو ہیں ان کے جو بم بنے ہوئے تھے وہ سارا تجربہ اس نے ان غریب مسلمانوں پر کیا اس کا اثر یہ ہوا تھا کہ امریکہ کا اپنا فوجی جو وہ بم استعمال کرنے والے یا گراؤنڈ سٹاف میں تھے ان میں

جہازوں میں تھے وہ خود اس سے متاثر ہو گئے اور امریکہ پہنچ کر پتہ چلا کہ جناب ہزار کے لگ بھگ ایسے آدمی ہیں جن کو کوئی عجیب و غریب بیماری ہو گئی ہے۔ کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ پھر وہ نہ اٹھ سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں' نہ کھا سکتے ہیں' نہ پی سکتے ہیں۔ اپاہج اور لولے لنگڑے ہو جاتے ہیں ایک ہزار آدمی ہسپتال پہنچایا گیا تو پتہ چلا ایک نہیں یہ چار ہزار کے قریب ہو گئے ہیں فوج میں یہ بڑھ رہی ہے چار ہزار بندہ ہسپتال پہنچا تو پتہ چلا کہ چار ہزار نہیں یہ تو کوئی پچیس ہزار لوگ ہیں جن میں یہ بیماری پیدا ہو گئی ہے اور پھیل گئی ہے القصہ آج کل کی جو رپورٹ ہے وہ یہ ہے کہ ایک لاکھ بندہ متاثر ہے جن گھروں میں وہ لوگ گئے وہ گھر والے متاثر ہو گئے ان کی جو آگے اولادیں پیدا ہوئیں وہ لولی لنگڑی اور معذور پیدا ہوئیں۔ جس دھوبی نے ان کی وردیاں دھوئیں وہ دھوبی بیمار ہو گیا جن کپڑوں میں ان کی وردیاں دھو کر رکھیں ان میں جراثیم چلے گئے۔ پرسوں امریکہ کی ٹیلی وژن کی خبر یہ تھی کہ اب تک ایک لاکھ بندہ ہسپتال پہنچ چکا ہے اور اس بیماری کا نام ہی انہوں نے رکھا ہے گلف وار سنڈ روم (Syndrome) یعنی وہ گلف وار کی مصیبت یا گلف وار کی پریشانی گلف وار سنڈ روم اس بیماری کا نام انہوں نے رکھا ہے۔ خود امریکہ بہادر کا یہ حال ہے کہ اگلے دن ہمارے یہاں ٹی وی پر بھی دکھا رہے تھے میں اپنے ٹی۔ وی پر دیکھ رہا تھا امریکہ کے صدارتی الیکشن کی کمپین چل رہی تھی تو موجودہ صدر بل کلنٹن صاحب جو ہیں یہ ہم جنس پرستوں میں گھرے ہوئے تھے۔ مرد مردوں سے جہاں شادی کرتے ہیں عورتیں عورتوں سے شادی کرتی ہیں اور بڑے مزے سے انہیں کہہ رہا تھا کہ میں بھی تم میں سے ایک ہوں تم سب کو تو مجھے ووٹ دینے چاہیں پہلے بھی یہ انہی ہم جنس پرستوں کے ووٹوں پر جیتا تھا اور امریکہ کی تاریخ میں پہلی دفعہ واشنگٹن ڈی سی میں ایک لاکھ مرد اور عورتیں جمع ہوئے جو سارے ہم جنس پرست تھے عورتوں نے عورتوں سے شادیاں کر رکھی تھیں اور مردوں نے مردوں سے شادیاں کر رکھی تھیں اور اس میں ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں شادی کرنے کی اجازت دے دی گئی لیکن ہم میں سے جب ایک مرتا ہے تو دوسرا اس کا قانونی وارث نہیں بنتا۔ جس طرح مرد عورت کی شادی ہوتی ہے تو ان میں سے کوئی مرے تو دوسرا ان کا وارث بنتا ہے۔ اس طرح ہماری وراثت نہیں چلتی۔ تو ہمیں وہ حق بھی دیا جائے چونکہ اولاد کا تو وہاں کوئی تصور ہی نہیں عورت کی عورت سے اولاد نہیں ہو گی۔ مرد کی مرد سے اولاد نہیں ہو گی۔ ان کے ہاں اولاد کا کوئی تصور ہی نہیں اس لئے وراثت کا کوئی قانون نہیں تو اس کا وہ مطالبہ اس لئے کر رہے تھے کہ امریکہ بہادر کے جو صدر صاحب ہیں یہ ان میں سے ایک ہیں اور یہ بات بھی امریکن ٹی وی پر آئی تھی جب مناظرہ ہو رہا تھا جارج بش اور بل کلنٹن نے کہا تھا کہ تم نے تو محض سیاسی خانہ پری کرنے کے لئے بیوی رکھی ہوئی ہے تمہارا میاں بیوی کا تو آپس میں کوئی نکاح بھی نہیں ہے تو بل کلنٹن نے کہا تھا کہ یہی تو بات ہے کہ میں اس لئے امریکی ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو امریکن ٹیلی وژن پر کچھ یہاں تک بھی پہنچتی ہیں اور جو میں نے آپ کو وہ گلف وار سینڈروم کی بات بتائی وہ بہرحال انہوں نے ابھی تک باہر نکالنے کی اجازت نہیں دی لیکن امریکہ میں وہ ساری سنی جا سکتی ہے تو خود شیطان وہاں شرمندہ ہے کہ اس طرح کی خطائیں تو میں نے بھی نہیں سوچیں۔

آپ کو یاد ہو گا قرآن حکیم میں قوم لوط علیہ السلام کے غرق کا ذکر ملتا ہے جن میں ہم جنس پرستی تھی اور اس فعل کا نام ہی لواطت قوم لوط علیہ السلام کی

نسبت سے بڑھ گیا۔ لیکن یاد رہے کہ قوم لوط علیہ السلام غرق ہو گئی تھی وہ برائی ضرور کرتے تھے لیکن ان میں مرد کو مرد کے ساتھ یا عورت کو عورت کے ساتھ شادی کرنے کی قانونی اجازت نہیں تھی یعنی جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا کوئی قانونی جواز نہیں تھا اسے اس شہر کا معاشرہ بھی برائی ہی تسلیم کرتا تھا جب کہ امریکہ اس سے بہت آگے چلا گیا اگر شیطان نے سوچا ہوتا تو قوم لوط علیہ السلام میں بھی اس کے جواز مہیا کرتا۔ شیطان تو خود سوچ رہا ہو گا کہ میری سوچ سے بھی یہ امریکی آگے نکل گئے۔ قرآن شیطان کے نقش قدم پہ چلنے سے منع کر رہا ہے اور ہم شیطان کے گرو کے نقش قدم پہ چل رہے ہیں۔

اب اس صورت حال کے ساتھ ہم یہ سمجھیں کہ یہاں کوئی انقلاب آ جائے گا' اسلامی انقلاب آ جائے گا' اسلامی قانون آ جائے گا' اسلامی انصاف مل جائے گا تو یہ ہم اپنے آپ کے ساتھ دھوکہ کر رہے ہیں یہ ہمارے جلوس' یہ ہمارے جلسے' یہ ہمارے دھرنے' جو شاید ہم نے ہندوؤں سے ادھار لے لئے ہیں اور یہ بھوک ہڑتالیں جو گاندھی کا ایک طریقہ کار تھا یہ نفاذ اسلام کا راستہ نہیں ہے۔ نفاذ اسلام کا راستہ بڑا سیدھا اور صاف ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت دل و جان سے کی جائے۔

اسلام نصیب ہو گا تو پھر سے ہمیں نئے سرے سے جہاد کے لئے منظم ہونا ہو گا پھر سے ہمیں جہاد کرنا ہو گا اور سب سے پہلے آپ کا ٹکراؤ جاگیرداروں سے ہو گا۔ جو اس ملک کی رگ جاں پر بیٹھے ہوئے خون چوس کر دوسروں کی غلامی کے لئے قوم کو مجبور کئے ہوئے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ جاگیردار آپ کو اسلام دیں گے کبھی نہیں یہ تو سارے فرعون ہیں۔ فرعون کہاں سے اسلام دے گا یہ تو خود اپنے آپ کو خدا منوائے ہوئے ہیں۔ یہ تو اپنی خدائی کے اس زعم میں گرفتار ہیں اور آپ دیکھ لیں کہ اسمبلی میں کون ہے جو جاگیردار نہیں ہے بغیر جاگیردار کے کون وہاں پہنچ سکتا ہے اگر کوئی ایک آدھ بندہ حادثاتی طور پر کہیں سلپ ہو کر چلا گیا تو اسے چھوڑ دیں۔ اکثریت دیکھیں اس کا طریقہ کار کیا ہے کتنی اسمبلیاں ٹوٹیں۔ کتنی اسمبلیاں نئی بنیں۔ ہوا کیا' فرق کیا پڑا۔ اگر ایک گھر کا ایک بندہ گیا اسی خاندان کا دوسرا اس کی جگہ آ گیا وہی لوگ اکثریت انہی میں سے واپس آ گئی جو ان میں سے نہیں آئے کسی کا بھائی کسی کا بھتیجا کسی کا بھانجا کسی کا سالا کسی کا بہنوئی انہی میں سے لوگ پھر واپس آ گئے اب اگر سارا ایجی ٹیشن کر کے لوگوں کو سڑکوں پہ مروا کر اسمبلی تڑوا دو پھر الیکشن ہوں گے پھر وہی لوگ ہوں پھر کیا ہو گا کچھ بھی نہیں ہو گا۔ ہمارے علماء بھاگ دوڑ کر کتنے ووٹ لے لیتے ہیں۔ کتنی سیٹیں لے لیتے ہیں۔ بھئی لوگ علماء کی عزت بھی کرتے ہیں احترام بھی کرتے ہیں ہماری قوم مذہبی بھی ہے۔ عقیدت بھی ہے یہ پیروں' فقیروں کے پاس دوڑتی رہتی ہے۔ زندوں کے پاس ذرہ کم جاتے ہیں اور جو دنیا سے گذر گئے ہیں ان کی طرف زیادہ جاتے ہیں چونکہ زندے پھر آگے سے کچھ مطالبہ بھی کر بیٹھتے ہیں کہ تم بھی یہ کرو اور جو قبر میں آرام فرما ہیں وہ تو کچھ نہیں کہتے اس لئے وہاں زیادہ جاتے ہیں کہ وہاں صرف انہیں اپنی بات کرنا ہوتی ہے وہاں سے انہیں کوئی خطرہ نہیں ہوتا کہ وہ کچھ کہہ دیں گے کہ ایسا بھی کرو اس سب کے باوجود علماء کو ووٹ کیوں نہیں ملتے۔ علماء کو سیٹیں کیوں نہیں ملتیں۔ اس لئے کہ سیٹیں یا ووٹ جاگیردار کے ہیں۔ لوگ مجبور ہیں۔ لوگ اسے رات دن گالیاں دیتے ہیں۔ بد دعائیں دیتے ہیں لیکن اس کے خلاف کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ان کا مکان اس کی زمین پر ہے وہ ہل وہاں چلاتے ہیں وہ کھیت ان کے ہیں۔ مویشی اس کے ہیں۔ اس کے بیوی بچے اس

کے درپر بیٹھے ہیں۔ کیا کریں آگے ان کی وہ بے بسی اور ان کی مجبوری جو ہے وہ انہیں جاگیرداروں کو بد دعائیں بھی دیتے ہیں گالیاں بھی دیتے ہیں اور پھر ووٹ بھی اسی کو دیتے ہیں تو جب تک شیطنت کی یہ بنیاد جو ہے جو جاگیریں انگریز نے دی تھیں محض اس کوالیفیکیشن پر کہ یہ لوگ انگریزی حکومت کی بقاکے لئے کام کر رہے ہیں یار وہ تو واپس ہونی چاہئیں۔ اب حکومت ہی ان لوگوں کی ہے تو ان سے واپس کون لے پھر اللہ کسی کو توفیق دے گا۔ کوئی تحریک چلے گی' طالبان کی طرح کا کوئی طوفان یہاں بھی آئے گا میدان کار زار گرم ہو گا پھر سے سرکٹیں گے خون بہیں گے تب جا کر ملک کو آزادی نصیب ہو گی۔ یہ محض شاباشا سے ملک آزاد نہیں ہوتا اور جس طاقت کے بھروسے پہ ہمارا جاگیردار جی رہا ہے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہمارا جاگیردار خود اس بات کا احساس کر لے اور وہ اپنی امیدیں جس طرح اس نے برطانیہ سے توڑی ہیں اسی طرح امریکہ سے بھی توڑ لے۔ اللہ اسے ہدایت دے اور وہ اللہ سے اپنی امیدیں وابستہ کر لے تو اسکی جاگیرداری جو ہے اس کی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ بیشک اپنی جاگیر اپنے پاس رکھے لیکن کم ازکم اللہ کا اطاعت گزار بن جائے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار بن جائے ہمارا جاگیردار آج اسلام قبول کر لے تو سارے ملک پہ آج اسلام نافذ کیا جا سکتا ہے۔ کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس کے راستے میں۔ کہنے کو سب مسلمان ہیں دعوے میں سب مسلمان ہیں اور مزے کی بات یہ ہے نمازیں چھوڑ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ تسبیح ہم سے زیادہ پڑھتے ہیں۔

رات دن ہاتھ میں رکھتے ہیں لیکن عملاً" ان کی امیدیں ان کا کردار شیطان کے نقش قدم پر ہے امیدیں شیطان سے وابستہ ہیں اس شیطان سے جو انسانوں میں سپر درجے کا شیطان ہے پوری دنیا میں اس وقت آگ لگا رکھی ہے جس نے۔ دنیا کے ایک سو اڑتیس ممالک میں اس وقت جنگ ہو رہی ہے یہ خانہ جنگی کی کیفیت ہے اور ان سب میں امریکی اسلحہ استعمال ہو رہا ہے اور امریکہ خود ایسی جنگیں کراتا رہتا ہے۔ کہ اس کا اسلحہ بکتا رہے یہ الگ بات ہے کہ قدرت اپنا نظام جاری رکھتی ہے اب جب امریکہ کو یہ زعم ہوا کہ مجھے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تو اب اسے قدرت نے اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا اب اس کی باری بھی آ گئی پہلے کینسر کا کوئی علاج نہیں تھا پھر ایڈز آ گئی اس کا کوئی علاج نہیں تھا۔ اب یہ نئی مصیبت جو لاکھوں لوگوں کو نرغے میں لے گئی آگے جو ان سے ملتا ہے یہ روکنا ان کے لئے محال ہو رہا ہے کہ کوئی کیسے سمجھے کہ کہاں تک یہ چلی گئی ہے کہاں تک جا رہی ہے۔ کہاں جا کر رکے گی۔ تو خدائی عذاب کی گرفت میں ہے روس ٹوٹا روس کی ریاستیں الگ ہو گئیں ریاستیں ریاستوں سے برسرپیکار ہیں امریکہ ٹوٹے گا تو امریکہ کا ہر شہری دوسرے شہری سے لڑے گا۔ کالے اور گورے کی لڑائی گلی گلی' شہر شہر اور گاؤں گاؤں ہو گی۔ ریاستیں ریاستوں سے لڑنے کی بات بعد کی ہے۔ امریکہ کے تو ہر گلی کوچے میں اور اب بھی وہاں جنگ کی سی کیفیت ہے کسی شہر کے بازار میں کوئی آدمی بے خطر گزر نہیں سکتا۔

اسلام نصیب ہو گا تو پھر سے ہمیں نئے سرے سے جہاد کے لئے منظم ہونا ہو گا پھر سے ہمیں جہاد کرنا ہو گا اور سب سے پہلے آپ کا ٹکراؤ جاگیرداروں سے ہو گا۔ جو اس ملک کی رگ جاں پہ بیٹھے ہوئے خون چوس کر دوسروں کی غلامی کے لئے قوم کو مجبور کئے ہوئے ہیں آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ جاگیردار آپ کو اسلام دیں گے کبھی نہیں یہ تو سارے فرعون ہیں

خدا ہمیں ہدایت دے اور ہمارے لیڈران کرام کو ہدایت دے۔ ہمارے جاگیردار کو ہدایت دے۔ بہت موج کر لی اس نے اب اس اپنی اس موج کے سمیت توبہ بھی کر لے تو اللہ تو بڑا کریم ہے اللہ جل شانہ‘ نے تو فرعون کے پاس بھی اپنے دو نبی علیہا السلام بھیجے تھے موسیٰ اور ہارون علیہا السلام اور ان سے فرمایا تھا۔

وقولا لہ قولا" لینا" ذرہ اس سے بات نرمی سے کرنا فرعون ہے‘ متکبر ہے‘ اکڑا ہوا ہے آپ سخت بات کرو گے تو وہ بھی بھڑک جائے گا میرا بندہ ہے جیسا بھی ہے آپ بات نرمی سے کیجئے گا اور اسے کہیے گا کہ کیا تو چاہتا ہے۔

ھل لک الی ان تزکی - کیا تو چاہتا ہے کہ ہم تجھے بھی پاک کر دیں۔اھدیک الی ربک۔ جو تیرے پروردگار کی طرف ہدایت کریں ان سے ملا دیں۔ فتخشی ۔ تو اللہ کے اتنا قریب ہو جائے کہ تیرے اپنے دل میں اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف موجزن ہو جائے۔ جس کریم نے فرعون کو یہ دعوت دی تھی اسی کریم نے رحمتہ اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہمارے جاگیردار کے لئے بھی یہ سنہری موقع ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کر لے۔ اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت پہ واپس لے آئے۔ اپنی جاگیریں رکھے لیکن شرعی قانون کے مطابق اور شرعی قانون بڑے مزے کا ہے جو زمین جو کاشت کر سکتا ہے وہ اس کی ہے اور جو کاشت نہیں کر سکتا وہ بیت المال کو دے دے گا۔ وہ ان لوگوں کو دی جائے جو کاشت کریں گے۔ جاگیردار کو تو جاگیر سے اٹھنا پڑے تو اسے تو موت آئے گی وہ خود تو کرتے کچھ نہیں وہ تو پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو سوئی لیکر نکالنے کو تیار نہیں ہے۔ اس سے زمینداری کب ہو گی اس کے لئے تو کوئی کرتا ہے وہ موج کرتا ہے۔ اسلام اس کے حلق سے کب اترے گا۔

بہرحال دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ اسے ہدایت دے دے اور اپنے لئے بھی دعا کرو کہ اللہ ہمیں توفیق دے دے کہ ہم یہ بات سمجھ کر نفاذ اسلام کے لئے کمربستہ ہو سکیں۔ یاد رکھو! یہ دنیا ایک چند روزہ ڈرامہ سا ہے۔ ایک سٹیج ہے۔ جس پر ہر کوئی اپنی اپنی اداکاری کر رہا ہے وقتی اور لمحاتی بات ہے ہمیں آج یا کل زیر زمین چلے جانا ہے۔ جس زندگی میں جانا ہی جانا ہے۔ اگر وہ اللہ کے نام پر جائے دین حق کے نفاذ کے لئے جائے‘ اللہ کی رضا کے لئے جائے‘ تو یہ اس کا بہترین مصرف ہے۔ میں تو دعا کرتا ہوں اللہ ہمارے لیڈران کرام کو خصوصا" جاگیرداروں کو ہدایت دے کہ وہ اللہ سے توبہ کریں اور سیدھے راستے پر آ جائیں یا پھر ہمیں توفیق دے کہ ہم انہیں سیدھا کر سکیں جب تک کوئی ملک اپنے پیروں پہ خود کھڑا نہیں ہو جاتا اسے بین الاقوامی سطح پر بات کرنے کا حق نہیں ہوتا کہ ہم دوسرے ملکوں پر محض تنقید کرتے رہیں۔ انہیں بڑھکیں مارتے رہیں۔ ان کا یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے جب اپنے آپ کو کوئی بندہ بیٹھے ہوئے اٹھا کر کھڑا نہیں کر سکتا۔ وہ کسی پر کونسی لاٹھی چلائے گا اللہ توفیق دے کہ اس ملک کو آزادی نصیب ہو اور اس کی آزادی دیکھنا ہمیں بھی نصیب ہو۔

جینا آخرت کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○
الٰھکم الہ واحد ج فالذین لا یومنون بالاخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون ○ لا جرم ان اللہ یعلم مایسرون وما یعلنون ط انہ لا یحب المستکبرین ○

سورۃ النحل کی آیۃ مبارکہ چودھویں پارے میں ہے۔ سادہ سا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارا معبود اکیلا عبادت کے لائق ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اس ترک سبب سے ان کے دلوں میں انکار بھر جاتا ہے اور وہ متکبر ہو جاتے ہیں اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ جو کچھ پوشیدہ رہ کر کریں یا ظاہری طور پر کریں اللہ کریم اس سب کو جانتا ہے اور یہ بات بھی طے ہے کہ اللہ تکبر کرنے والوں کو کبھی پسند نہیں فرماتا یہ سادہ سا ترجمہ ہے اسی آیۃ مبارکہ کا۔

عزیزان محترم! دنیا کا نظام ایسا ہے کہ ہر آدمی دنیا کی زندگی جیتا ہے جینے پر مجبور ہے ہر آدمی کو دنیوی حالات میں گذارا کرنا ہی اس کی مجبوری ہے۔ گرمی' سردی' افلاس' غربت' بیماری اور صحت' دولت مندی یہ سارے انقلابات زندگی کے جو ہیں۔ جس طرح بچپن سے لڑکپن' جوانی' بڑھاپا سارا جھیلنا پڑتا ہے اسی طرح یہ سرد وگرم زمانہ بھی جھیلنا پڑتا ہے اور یہ سارے انسان جھیل رہے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ جنہیں نور ایمان نصیب ہوا وہ دنیا کی زندگی دنیا کے لئے نہیں جیتے آخرت کے لئے جیتے ہیں بہت بڑا واضح فرق یہ ہے کہ نور ایمان جنہیں نصیب ہوتا ہے وہ دنیا کی زندگی دنیا کے لئے نہیں جیتے وہ دنیا کی زندگی آخرت کے لئے جیتے ہیں۔ جو ایمان سے محروم رہتے ہیں وہ حصول دنیا میں' حصول زر میں' حصول اقتدار میں' مفادات کی طلب میں' اپنی ساری زندگی کھو دیتے ہیں۔ اور وہ طلب کبھی پوری نہیں ہوتی یہ نظام ایسا ہے کہ جتنی بھی دولت جتنی بھی امارات جتنا بھی پیسہ کسی کے پاس آ جائے اس کا نظام ایسا ہے کہ اس کی ضروریات اس سے بڑھا دیتا ہے۔ ایک آدمی اگر ہزار روپے تنخواہ پر گذارا کر رہا ہے۔ جب اس کی آمدن پچاس ہزار روپے ماہوار ہو جائے گی تو اس کے اخراجات ساٹھ ستر ہزار ماہوار ہو جاتے ہیں۔ ہزار روپے میں وہ مقروض نہیں ہوتا لیکن جب پچاس ہزار ماہوار کمانے لگتا ہے تو مقروض بھی ہونے لگتا ہے۔ یہ نظام ہی ایسا ہے رب کریم کا' بے نیاز اور مستغنی صرف اس کی ذات ہے۔ انسان ہرحال میں محتاج ہے۔ سلطان و میر ہے تو محتاج ہے امیر اور دولت مند ہے تو محتاج ہے اور غریب اور فقیر اتنا محتاج نہیں ہوتا جتنا دولت مند اور امیر محتاج

رزق حلال کمانا عبادت ہے جس طرح نماز روزہ عبادت ہے اسی طرح فرض عین ہے رزق حلال کا حصول جائز ذرائع سے۔ جس کے ذرائع ناجائز ہوں وہ بھی حلال نہیں رہے گا جس میں حرام مل جائے گا وہ بھی حلال نہیں رہے گا تو حلال ذرائع سے جائز ذرائع سے رزق حلال کی تلاش یہ فرض عین ہے تو وہی آخرت کے لئے ہو گیا۔ اب اس کے اخراجات کی باری آتی ہے تو آپ آخرت کو مقدم رکھیں۔ اچھی تربیت اچھی تعلیم بچوں کو دیں۔ نیکی کے سبق دیں۔ دین پڑھائیں اچھا کھانا دیں۔ اچھا لباس دیں۔ آرام سے رکھیں تو وہ سارا بھی آخرت کے لئے تصور ہو گا

ہوتا ہے اسے بھلا کیا احتیاج جس نے روکھی سوکھی کھالی۔ بغیر کپڑا تانے سڑک پر پتھروں پر پڑ کر سو کر نیند پوری کر لی۔ محتاج تو وہ ہے کہ جسے نہ کھانا ہضم ہو رہا ہے۔ کوئی پانی پلائے تو وہ پی سکے۔ وہ بستر لگا کر دے تو وہ سوئے۔ کوئی اسے جگائے تو وہ جاگے۔ محتاج تو وہ ہے۔ غریب پریشان حال تو وہ ہے جسے آپ بڑا سمجھ رہے ہیں۔ آسودہ حال وہ غریب تو پندرہ بندوں کا محتاج ہے۔ اپنی صبح کو شام کرنے میں۔ تو احتیاج خاصہ ہے انسانی زندگی کا۔ میں نے خود یہ انقلابات دیکھے ہیں۔ انتیس روپے ماہوار پر میں نے ملازمت کی ہے پچاس روپے ماہوار پر میں نے ملازمت کی ہے اور پھر پچھتر ہزار تک ماہوار اپنی لیبر (Labour) اور ملازموں کو اپنے گھر سے دی ہے انتیس روپے ماہوار کمانا اور پھر لاکھ کے قریب ہر مہینے گھر سے ملازموں کو مزدوروں کو دینا کتنا بڑا فاصلہ ہے۔ جب میں انتیس یا پچاس روپے پہ ملازم تھا تو میرے پاس دن کو آرام کرنے کا وقت ہوتا تھا۔ صبح شام میں کھانا وقت پر کھاتا تھا اور میری صحت ٹھیک تھی میرے پاس شکار کے لئے سیر کے لئے دوستوں کے ساتھ گپ لگانے کے لئے وقت ہوتا تھا اور جب میں لاکھوں روپے ماہوار گھر سے دیتا ہوں تو میرے پاس اپنے لئے بھی وقت نہیں ہے۔ آرام کرنے کے لئے دن کا وقت نہیں رات کا وقت بھی نہیں بچتا۔ مصروفیات کی نذر ہو جاتا ہے کہ الحمد للہ۔ اللہ کا یہ احسان ہے کہ مجھے دنیا کی محبت کا قیدی نہیں ہونا پڑا من جانب اللہ ایک نظام ہے چل رہا ہے کاروبار ہے بڑھ گیا آ گیا نقصان ہو گیا نفع ہو گیا۔ اس میں ہم چل رہے ہیں اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ ہماری نظر آخرت پر ہے دنیوی دولت پر اور اس مال پر نہیں کوئی فرق نہیں پڑتا روکھی مل جائے کھا لیتے ہیں۔ سوکھی مل جائے کھا لیتے ہیں۔ لیکن میں یہ آپ کو بتا دوں میرا ذاتی تجربہ بھی ہے کہ جب کم آمدن تھی تو ہم آزاد تھے زندگی میں افکار میں اوقات میں اور ضروریات محدود تھیں ان میں سے پیسے بچ جاتے تھے اب ضروریات بڑھ گئیں اخراجات بڑھ گئے حالات بدل گئے وہ سارا کچھ ہی اتنا بدلتا ہے پھر کہ آدمی کا اپنا کچھ نہیں رہتا تو بندہ بالکل ہی دنیا کا قیدی اور اسیر ہو کر رہ جاتا ہے اسے بچانے والا ہے صرف نور ایمان۔

ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ بندہ دنیا میں آخرت کے لئے جیتا ہے کماتا ہے تو یہ دھیان رکھتا ہے کہ حرام نہ کماؤں ۔ رزق حلال کمانا عبادت ہے جس طرح نماز روزہ عبادت ہے اسی طرح فرض عین ہے رزق حلال کا حصول جائز ذرائع سے۔ جس کے ذرائع ناجائز ہوں وہ بھی حلال نہیں رہے گا جس میں حرام مل جائے گا وہ بھی حلال نہیں رہے گا تو حلال ذرائع سے جائز ذرائع سے رزق حلال کی تلاش یہ فرض عین ہے تو وہی آخرت کے لئے ہو گیا۔ اب اس کے اخراجات کی باری آتی ہے تو

آپ آخرت کو مقدم رکھیں۔ اچھی تربیت اچھی تعلیم بچوں کو دیں۔ نیکی کے سبق دیں۔ دین پڑھائیں ۔ اچھا کھانا دیں۔ اچھا لباس دیں۔ آرام سے رکھیں تو وہ سارا بھی آخرت کے لئے تصور ہو گا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ مومن جو بیوی بچوں پہ خرچ کرتا ہے وہ صدقہ شمار ہوتا ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی بچوں کا خرچ تو اس کے ذمے تھا اللہ نے اس کے ذمے لگا دیا پھر اس کا صدقہ کیا۔ فرمایا اللہ کے حکم کو ہی ماننے کا اجر ملتا ہے اگر اللہ نے اس کے ذمے لگایا تو اسے پورا کرنا عبادت ہو گئی۔

تو اسی آیہ مبارکہ نے ہماری توجہ اس طرف دلائی ہے کہ نرا مسلمانی کا دعویٰ کر کے بیٹھ رہنا صحیح نہیں ہے۔ اپنی مسلمانی کو خود پرکھنا چاہیے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خود اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ تو فرمایا یہ یاد رکھو۔

فالذین لا یومنون بالاخرۃ قلوبھم منکرۃ۔ جب آخرت پر ایمان کمزور پڑتا ہے یا آخرت کا ایمان اور یقین نہیں رہتا تو دل بھی اکڑ جاتے ہیں اور سخت ہو جاتے ہیں انکار کر دیتے ہیں پھر انہیں بھلی باتیں پسند نہیں آتیں اچھے کام انہیں پسند نہیں آتے حلال پہ وہ مطمئن نہیں ہوتے اور عظمت الٰہی کی بجائے اپنی بڑائی منوانے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔

وھم مستکبرون۔ پھر وہ یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا مجھے مانے۔ تجھے کیا مانے۔ تو ایک مشت غبار ہے اللہ نے تجھے انسانی روپ دے دیا کل تو پھر قبر کے گوشے میں ہو گا اور مشت غبار بنا ہوا ہو گا کیا حیثیت ہے تیری؟ لیکن یہ ساری باتیں بھول جاتا ہے اور بندہ اپنے آپ کو منوانے کی فکر میں ہے اور یہ ایسی عجیب بات ہے کہ یہ صرف سلطان و میر میں نہیں ہوتی یہ گدا و فقیر میں بھی ہوتی ہے ایک خاکروب جو سڑک پر جھاڑو دے رہا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ دوسرے خاکروب مجھے اپنا معتبر مانیں جہاں تک اس کی سوچ اس کی فکر چلتی ہے اس میں وہ اپنی بڑائی منوانے کی فکر میں ہے کہ آپ گداگروں کو دیکھیں جو گھر گھر گدا کر کے شام کا کھانا کھاتے ہیں اپنی جھگیوں میں وہ بھی اپنے آپ کو ان جھگیوں والوں کا چوہدری منوانا چاہتے ہیں۔ یہ انسانی مزاج ہے ہماری اس بیماری نے ہمیں غلاموں کا غلام بنا دیا چونکہ جو بھی خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے۔ اس کی قسمت میں غلامی لکھی ہوتی ہے۔

چھوٹا سا واقعہ مولانا سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا اس طرح کی چھوٹی چھوٹی کہانیوں میں وہ اپنے وعظ بیان فرمایا کرتے تھے۔ شکار نہیں ملتے تھے جانور کم ہو گئے تھے۔ بارشیں نہیں ہوتی تھیں جنگل ویران تھے۔ تو ایک کوئی گاؤں کا کتا جنگل سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ وہ بڑا موٹا تگڑا تھا تو وہ اس کے قریب ہو گیا کہ بھئی یہ بھی میری طرح کا ہے لیکن یہ بڑا موٹا اور اس کا تو جسم چمک رہا ہے دھوپ پر اور اتنا اتنا اسکا گوشت جما ہوا ہے بھائی یہ کہاں سے کھاتا ہے۔ اس کے پاس کون سا ہے وہ ذریعہ۔ اس نے پوچھا بھائی ہمارا تو حال بہت برا ہے اور تم بڑے مضبوط نظر آتے ہو۔ اس نے کہا۔ بھئی میں تو مالک کا دیا کھاتا ہوں اور مجھے صبح شام اچھا کھانا مل جاتا ہے' پینے کو پانی دیا جاتا ہے آرام کے لئے بستر دیا جاتا ہے' نوکر چاکر ہوتے ہیں' صفائی ہوتی ہے' مجھے نہلایا جاتا ہے تو میری تو بڑی خدمت خاطر ہوتی ہے۔ یہ میرے بال بھی چمک رہے ہیں تو روزانہ مجھے غسل دیا جاتا ہے تو میں تو ایسے سیر کے لئے نکلا تو ادھر نکل آیا تو وہ کہنے لگا کہ ایسی کوئی جگہ ہے ایسا کوئی مالک ہے جو اتنی خدمت کرتا ہے تو پھر

ہمیں بھی اس کا پتہ بتاؤ ہم کیوں یہاں ذلیل ہو رہے ہیں ہم بھی وہیں جا کر پڑی رہیں۔ اس نے کہا چلو تمہیں بھی ساتھ لے چلتا ہوں۔ اسے تو بڑا شوق ہے تمہیں دیکھ کر تو بڑا خوش ہو گا۔ وہ تھوڑی دور چلے تو اس نے دیکھا کہ اس کے گلے میں جو بال ہیں وہ تو کٹ گئے ہیں اور گلے میں پٹہ سا ڈلا ہوا ہے اس نے کہا۔ بھائی یہ کیا ہے۔ اس نے کہا یہی تو مالک کی نشانی ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر تو سمجھا جاتا ہے۔ اس کا تو کوئی مالک ہی نہیں۔ ایسے کبھی کبھی وہ زنجیر ڈال کر باندھ دیتا ہے یا اپنی مرضی سے کہیں لے جاتا ہے یا اپنا کوئی کام لے لیتا ہے یہ تو رہتا ہے گلے میں۔ اس نے کہا۔ بھائی تمہیں یہ موٹاپا مبارک ہو میں دبلا بھلا لیکن میں اپنی مرضی سے جہاں چاہوں جاتا ہوں' جہاں چاہو رہتا ہوں' جو چاہوں کرتا ہوں' مجھے کوئی روک ٹوک نہیں ہے تو میں تھوڑا کھا لوں گا' بھوکا رہ لوں گا لیکن دوسروں کی مرضی پہ زندہ رہنا یہ میرے لئے مشکل ہو گا۔ غلامی مجھے قبول نہیں ہے۔ مولانا یہ اصول بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو شخص بھی اپنے مفادات کے لئے اپنی ذات کے لالچ کے پیچھے بھاگتا ہے حرص و ہوا کا بندہ بن جاتا ہے غلامی اس کا مقدر ہوتی ہے۔ اس کے گلے میں پٹہ پڑ جاتا ہے اور آزادی اللہ کی دی ہوئی نعمت پر قناعت کرنے سے نصیب رہتی ہے حلال اور جائز حد تک قناعت کرنے سے نصیب رہتی ہے۔

ہماری یہی مصیبت ہے کہ ہم نے دین کو صرف اتنا سمجھا کہ ہم نے کہہ دیا ہم مسلمان ہیں اور یہ کافی ہے۔ اس کے بعد ہم نے کتاب اللہ کو پڑھنا سمجھنا عمل کرنا یہ مراحل ہم نے غیر ضروری سمجھے اور یہ بڑے بوڑھوں کا کام سمجھ کر ان کے سپرد کر دیا اور بڑی عجیب بات ہے کہ جو کتاب ایک دستور العمل بنا کر رب کریم نے دی۔ جس کے مطابق ہمیں زندگی بسر کرنی ہے۔ اسے ہم نے ٹونے ٹونکوں کی کتاب سمجھ لیا اگر ہم پڑھتے بھی ہیں تو کسی سورت کا وظیفہ پڑھیں گے۔ کسی کام کے لئے کسی مشکل کے حل کے لئے کچھ آیتیں پڑھیں گے۔ کسی دنیوی کام کے لئے یا کوئی مرنے لگے گا تو اس کے سرہانے قرآن پڑھنا شروع کر دیں گے کہ

از یسین او اسان بمیری جو زندگی عطا کرنے کے لئے تھا اسے موت کو سہل بنانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ ورنہ ہمارے شب و روز ہمارے رات دن اپنے ذاتی مفادات کے حصول کے لئے مختلف دروازوں پہ بھاگنے میں گزر گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنی خواہشات کے اسیر ہو کر دوسروں کے قیدی اور غلام بن گئے اور اسی غلامی نے ہمیں رسوائی کی انتہائی حد تک پہنچا دیا کہ ہماری جان ان کے رحم و کرم پر چلی گئی جن سے ہم نے اپنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ ہمارے مال ان کے رحم و کرم پہ چلے گئے اور ہماری آبرو بھی لٹ گئی ہماری آبرو بھی ان کے رحم و کرم پر چلی گئی۔ آج ہم اس حال میں ہیں کہ ایک آباد ملک میں حکومت ہے' فوج ہے' پولیس ہے' قانون ہے' عدالتیں ہیں لیکن نہ کسی کی جان محفوظ ہے' نہ مال محفوظ ہے' نہ آبرو محفوظ ہے۔ اس ملک کا ایک ایک بندہ رجسٹرڈ ہے اور اس کے پاس اس کا اڈینٹی کارڈ ہے اور ایک ایک بندہ فہرست پر ہے اس میں لاکھوں لوگ مارے گئے ہر مارنے والے کا قاتل نا معلوم ہے کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ پورے ملک کے ہر بندے کا نام آپ کے پاس ریکارڈ پر ہو اور مارنے والے جو ہوں وہ نا معلوم ہوں اور قاتل نا معلوم ہوں یہ سارے الزامات ہم حکمرانوں کو دیتے رہے۔ ہم نے ایجی ٹیشن کئے' احتجاج کئے' حکومت ٹوٹ گئی کیا حکومت پاکستان میں پہلی بار ٹوٹی ہے پاکستان کی حکومتوں کا تو سب سے بڑا کارنامہ ہی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ٹوٹ جاتی ہیں پاکستان

کی حکومتوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ویسی ہی بنی ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں ملاوٹ ہوتی ہے ان میں میٹیریل پورا نہیں ہوتا۔ جس طرح آپ کے یہ ٹھیکیدار بل بناتے ہیں۔ عمارتیں بناتے ہیں۔ جس کی گارنٹی بیس سال کی ہوتی ہے وہ بیس مہینے میں گرجاتا ہے جسے پچاس سال چلنا ہوتا ہے وہ پچاس دنوں میں گرجاتا ہے۔ اس میں اینٹ ناقص ہوتی ہے مصالحہ ناقص ہوتا

بہت بڑا واضح فرق یہ ہے کہ نور ایمان جنہیں نصیب ہوتا ہے وہ دنیا کی زندگی دنیا کے لئے نہیں جیتے وہ دنیا کی زندگی آخرت کے لئے جیتے ہیں۔ جو ایمان سے محروم رہتے ہیں وہ حصول دنیا میں، حصول زر میں، حصول اقتدار میں، مفادات کی طلب میں، اپنی ساری زندگی کھو دیتے ہیں۔ اور وہ طلب بھی پوری نہیں ہوتی

ہے میٹیریل پورا نہیں ہوتا تعمیر صحیح نہیں ہوتی وہ گر جاتی ہے۔ وہی حال ہماری حکومتوں کا ہے نا اہلوں کو خوشامدیوں کو اور اپنے چمچوں کو وزارتوں پہ بٹھا دیا جاتا ہے۔ وہ ان میں اہلیت ہوتی نہیں اس میں نہ میرا کمال ہے نہ آپ کا نہ قاضی صاحب کا نہ نواز شریف کا وہ کمال اس حکومت کا ہے کہ اس میں میٹیریل ہی ناقص ہوتا ہے چل سکتی ہی نہیں گرنا ٹوٹنا ہی اس کا مقصد ہوتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جو پل ٹوٹتے ہیں ناقص میٹیریل سے جو عمارتیں گرتی ہیں ناقص میٹیریل سے یہ کیسی قوم ہے کہ پھر انہی اینٹوں اسی میٹیریل سے پھر ایک عمارت کھڑی کر دی جاتی ہے۔ آٹھ یا دس دفعہ حکومتیں ٹوٹ چکی ہوں گی ہر بار کونسے نئے لوگ آپ کی اسمبلی میں آئے۔ وہی جو وہاں سے حکومت ٹوٹی واپس آئے پھر آپ سے ووٹ لیکر وہیں چلے گئے ایک دفعہ چاچا وزیر تھا اگلی دفعہ بھتیجا ہوگیا ایک دفعہ ماموں تھا پھر بھانجا ہو گیا کسی کا میاں تھا۔ میاں گزر گیا بیوی وزیر ہو گئی یا میاں ہار گیا بیوی جیت گئی باپ ہار گیا بیٹا جیت گیا اور کوئی پارٹی سیاسی بھی آگے آئے انہیں خاندانوں کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے کہ ہمارے ملک میں آقاؤں کی الگ دنیا ہے اور غلاموں کا الگ جہان ہے۔ آقا ہمیشہ آقا ہی رہتے ہیں اور وہ اپنی جگہ بدل بدل کر یہ باری کے انتظار میں رہتے ہیں کہ اب تم نے بہت موج کر لی اب مجھے باری دو۔ وہ چلا گیا دوسرے نے کہا مجھے دے۔ وہ غلاموں کا حال وہی رہتا ہے لیکن کیوں رہتا ہے؟

یہ انقلاب اوپر ہی اوپر گزر جاتا ہے اور بجائے نقصان کے اوپر والوں کو فائدہ ہی ہوتا ہے۔ ان کا بگڑتا کچھ نہیں پھر مصیبت سب جو ہے وہی غریب پر، کمزور پر، مزدور پر کیوں گرتی ہے بجلی اس لئے کہ ہم نے دعویٰ ایمان کے باوجود اپنی امیدیں ان لوگوں سے وابستہ کر رکھی ہیں اور حلال پر قناعت ہم بھی نہیں کرتے ہم بھی جب تک رشوت نہ دیں ہمیں تسلی نہیں ہوتی ہم بھی جب تک کوئی ناجائز راستہ اختیار نہ کریں جائز وسائل پر ہمارا اعتماد ہی بحال نہیں ہوتا کیوں نہیں ہوتا اس لئے کہ ہم سارا دنیا کے لئے کرتے ہیں حالانکہ تقاضائے ایمان یہ ہے کہ زندگی آخرت کے لئے بسر کی جائے مسلمان ہونے کا تقاضا یہ ہے مسلمانی کا تقاضا یہ ہے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جس میں نور ایمان ہے وہ دنیا کی زندگی آخرت کے لئے جیئے اس کا سونا، جاگنا، لڑنا، بھڑنا، دوستی، دشمنی، کاروبار، تجارت، پیسہ، دولت، عزت، وقار جو کچھ بھی اسے نصیب ہو آخرت کے حوالے سے ہو اور جو کچھ اس کے پاس ہے خرچ ہو وہ آخرت کے لئے خرچ ہو اگر کسی میں یہ حوصلہ نہیں ہے کہ وہ اپنے کردار کو اپنے عمل کو آخرت کے حوالے سے جانچ سکے تو وہ لذت ایمان سے آشنا ہی

نہیں ہوا دعویٰ ایمان اپنی جگہ اللہ قبول کر لے سب کا۔ اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اللہ سب کو جنت بھیج دے اس پہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ دعا کرتے ہیں کہ ہر دعویٰ کرنے والے کو وہ جنت لے جائے وہ الگ شفقت ہے لیکن ہمارے اسی دعوے کی جانچ جو کم از کم خود ہمیں تو کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی آخرت کے لئے وقف کریں اب اگر انقلاب کی آپ بات کرتے ہیں ہم حکومتوں کی تبدیلی کی بات کرتے ہیں دوبارہ الیکشنوں کی بات کرتے ہیں تو وہ لوگ پیدا کریں جو اپنے آپ کو یہ یقین دلائیں کہ جو ووٹ بھی دیں تو آخرت کے لئے دیں۔ کسی کو نمائندہ بھی چنیں تو آخرت کو مدنظر رکھ کر چنیں۔ اس حساب سے بات کریں کہ یہ جو کام میں کر رہا ہوں اس پر اللہ کی رضا ہو گی اس پر میری آخرت تعمیر ہو گی تو دنیا کی تعمیر از خود درست ہو جائے گی پھر کیسی عجیب بات ہے کہ اس قوم کو ہر دفعہ بہلایا جاتا ہے حکومت توڑ دی گئی حکومت توڑ دی گئی الیکشن ہوں گے جی انصاف پسندی سے ہوں گے جی انصاف کونسا انصاف ہو گا کیسے شفاف الیکشن ہوں گے جب کہ ملک کی پچھتر فیصد آبادی تم لوگوں نے غلام بنا رکھی ہے۔

انگریز نے ایک جاگیرداری نظام رائج کیا تھا یہاں مسلم لیگ کا جلسہ ہو رہا تھا جب تحریک پاکستان چل رہی تھی تو مجھے اچھی طرح یاد ہے ہمارے گاؤں میں جلسہ ہوا تھا راجہ غضنفر علی مسلم لیگ کے لیڈر تھے پنڈ دادنخان کے رہنے والے تھے اور مسلم لیگ کے چوٹی کے لیڈروں میں سے تھے وہ تقریر کر رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کمہاروں کو۔ ان کے پاس کچھ تکڑے گدھے ہوتے ہیں جو بڑے شوق سے انہوں نے پالے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ بڑے طاقتور اور موٹے تازے ہوتے ہیں اور انہیں کبھی کبھی یہ شوشا کے لئے ان پر وہ گلے میں گھنٹیاں اور پھول شول باندھ کر نکالتے ہیں سواری کرتے ہیں ان پر کبھی کبھی ایک لاٹ ان کے پاس ہوتی ہے چھوٹے چھوٹے بے شمار گدھے جن پر رات دن مزدوری کرتے ہیں شام کو ان پر سے وہ تھڑا پلان اتارا اور انہیں ڈنڈا مار کر بھگا دیا کوئی گلی میں کوئی کسی اروڑی کے ڈھیر پر سے اپنا پیٹ بھر کے گیا وہ شام کو جب انہیں طبیلے میں یا مکان میں باندھ دیتے ہیں تکڑے تکڑوں کو تو وہ توڑی ڈالتے ہیں پاؤں سے رسی ڈالتے ہیں لیکن یہ جو بھوکے ننگے ہیں ان کے صرف گٹے دبا دیتے ہیں جب وہ تکڑے نہیں ہلتے تو وہ جو کمزور ہیں وہ بھی کھڑے رہتے ہیں کہ شاید ہم بھی بندھے ہوئے ہیں وہ بندھے ہوئے نہیں ہوتے بندھے ہوئے وہ صرف تکڑے تکڑے ہوتے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ ان بڑے بڑے لوگوں کو تو انگریز نے جاگیریں دے کر باندھ رکھا ہے یہ تو اس کی سواری کے گدھے ہیں لیکن تم صرف اینٹیں ڈھونے پر لگے ہوئے ہو اور تمہارے صرف گٹے دبا دیئے ہیں تم ویسے ہی کھڑے ہو تم اس کے خلاف کیوں نہیں نکلتے۔ وہ جنہیں انگریز نے جاگیریں دی تھیں وہ اس ملک کے پچھتر فیصد عوام پر مسلط ہیں اسی فیصد لوگوں کا پیشہ زراعت ہے اس ملک کی اسی فیصد آبادی زراعت پہ انحصار کرتی ہے۔ جس میں سے پانچ فیصد غریب زمیندار ہوں گے اور پچھتر فیصد مزارعے ہیں جاگیرداروں کے مزارعے ان جاگیرداروں کے مزارعے جنہیں انگریز نے جاگیریں دیں۔ انگریزی حکومت کو قائم رکھنے کے صلہ میں اور انگریز کی غلامی کے صلے میں۔ سارے وہی وڈیرے اور جاگیردار اسمبلی میں ہیں وہ ٹوٹ جائے تو بھی وہی ٹوٹتے ہیں دوبارہ بن جائے تو بھی وہی میٹیریل پھر آ جاتا ہے۔ جب انگریزی حکومت چلی گئی کیا انگریز نے برطانیہ سے لا کر وہ جاگیریں

دی تھیں وہ جاگیریں انگریز نے کہاں سے دی تھیں یہ یاد رکھئے جتنی زمینیں جاگیرداروں کے پاس ہیں ان میں نوے فیصد سے زیادہ وہ زمینیں ہیں جو مدارس کے پاس تھیں اور جو تعلیم پہ خرچ ہوتی تھیں اور جو مسلمان حکمرانوں نے تعلیمی اداروں کو دے رکھی تھیں۔ انگریز نے تعلیمی اداروں کو کنگال کر کے زکوۃ پر ڈال دیا اور ان کی جاگیریں چھین کر جاگیرداروں کو دے دیں۔ جب انگریزی حکومت رخصت ہوئی تو وہ ستون گرائے جانے چاہئیں تھے جو انگریزی حکومت کے قیام کا سبب تھے اور وہ تھے جاگیردار۔ یہ جاگیریں جو انگریز نے دی تھیں انگریزی حکومت کے ساتھ اس کا حق رخصت ہو گیا وہ جاگیریں قومی حکومت کو واپس لینا چاہئیں تھیں لیکن کون لیتا جاگیردار ہی تو حکمران تھے اگر محمد علی جاگیردار نہیں تھا محمد علی جناح تو اسے راستے سے ہٹا دیا گیا اگر لیاقت علی کے پاس پاکستان میں جاگیر نہیں تھی تو اسے راستے سے ہٹا دیا گیا اور وہی لوگ وہاں اکموڈیٹ (Accommudate) کئے گئے جو جاگیردار تھے اور تب سے اب تک آپ کی ہر اسمبلی ہر منسٹری ہر اس میں وزارت ہر وزیراعظم انہی جاگیرداروں میں سے ایک ہوتا ہے یا اتفاقاً" اگر کوئی ایک آدھ بندہ تجارت کے یا پیسے کے راستے سے اوپر آگیا تو اسے وہ اتنے مفاوات دیتے ہیں کہ اسے وہ اپنے ساتھ اکموڈیٹ کر لیتے ہیں اور اب اس گزشتہ نصف صدی میں یہ ہوا کہ انگریز تو چلا گیا ان جاگیرداروں نے اپنی بقا باہمی اتحاد میں سمجھی عوام کو بانٹتے ہیں۔ عوام کو لڑاتے ہیں۔ عوام ایک دوسرے کے لئے لاٹھیاں برسا رہے ہیں کہ تم پیپلز پارٹی کے ہو تم مسلم لیگ کے ہو کہ تم جماعت اسلامی کے ہو رشتہ مت دو اس کا جنازہ مت پڑھو اس کا راستہ بند کر دو لیکن وہ جو اوپر بیٹھے ہیں۔ وہ اوپر آپس میں رشتہ ناتے گانٹھ رہے ہیں سندھ سے پیر پگاڑا ملتان کے

گیلانیوں کو رشتہ دیتے ہیں اور ملتان کے جیلانی ایبٹ آباد کے ترینوں کو رشتے دیں۔ یار کیا رشتہ ہے ان کا کیسے ترین کیسے جیلانی کہاں گکھڑ کہاں پگاڑا کہاں کیا رشتہ ہے۔ صرف اقتدار جاگیرداری دولت اور کوئی رشتہ نہیں۔ اب وہ سارے رشتہ دار بن گئے اور ایک حکومتی لاٹ بن گئی اب آپ اگر وہ حکومتی خاندان کا نقشہ دیکھیں تو ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اب فوج میں بھی وہی جرنیل ہیں جن کے بھائی وزیر یا سردار ہیں یعنی ایک ایسا سسٹم ایسٹیبلش ہو گیا اس ملک میں کہ فوج میں بھی اعلیٰ عہدے تک وہی پہنچے گا جس کا دوسرا بھائی اسمبلی میں ہو گا یا وہ کسی اعلیٰ وزارت پہ بیٹھا ہو گا تو یہ ٹوٹنے ووٹنے کی کوئی خوشی نہیں ہے ڈر یہ لگ رہا ہے کہ میں اور آپ ہم جن کے پاس کوئی مفاد نہیں ہم اپنی خواہشات کے اسیر ہو کر پھر انہی کو ووٹ دیں گے اور کچھ لوگ ان میں سے ہوں جو کسی کی جاگیر پر نہیں بیٹھے اپنا چھوٹا موٹا گزارا کر رہے ہیں۔ لیکن وہ غریب جو ان کی جاگیروں پر بیٹھے ہیں وہ تو چاہنے کے باوجود بھی انہیں ووٹ دینے پہ مجبور ہیں وہ چاہیں بھی کہ ووٹ نہ دیں تو وہ نہیں ایسا کر سکتے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ ناسور تب تک رہے گا جب تک یہ انگریز کی دی ہوئی جاگیریں جاگیرداروں کے پاس موجود ہیں اور انہیں کوئی حکومت نہیں چھینے گی۔ اس لئے کہ حکومت ہر بار جاگیرداروں ہی کی ہوتی ہے۔ آپس میں اگر لڑتے ہیں تو اپنے مفاوات کے لئے آپ کے لئے نہیں میرے لئے نہیں غریب آدمی کے لئے نہیں مزدور کے لئے نہیں مزدور کو سارے مزدور ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ پوری دنیا میں حکومت جو ٹیکس لیتی ہے وہ دولت مندوں سے' امراء سے' دولت پر اور بھاری بھاری چیزیں بڑی گاڑیاں رکھنے والوں پر' بڑے مکان بنانے والوں پر' بڑے کاروبار والوں پر ہوتا ہے اس

ملک میں گنگا الٹی بہتی ہے یہاں ہر ٹیکس غریب پہ آتا ہے۔ یہاں ایسیٹس (Assets) کویا سرمایے کو ٹیکس نہیں لگایا جاتا ہمارے ملک میں اشیاء پہ ٹیکس لگتا ہے ماچس کی ڈبیہ پہ ٹیکس ہے چینی پہ ٹیکس ہے پٹرول پہ ٹیکس ہے ڈیزل پہ ٹیکس ہے کپڑے پہ ٹیکس ہے جوتے پہ ٹیکس ہے چمڑے پہ ٹیکس ہے۔ اب یہ ساری وہ چیزیں ہیں کہ آپ ایک جوتا خریدنا چاہتے ہیں تو اس کی قیمت دس روپے ہے لیکن آپ کو ایک سو دس میں ملے گا اس لئے کہ آپ تک پہنچتے پہنچتے اتنے ٹیکس اسے دینے پڑے کہ وہ سو روپے ٹیکس میں چلا گیا جس نے جانور والے سے لیا قصاب سے لیا کھال کو رنگنے والے سے لیا پھر چمڑا بنانے والے سے لیا پھر جوتا بنانے والے سے لیا تو وہ سارے ٹیکس کہاں سے آئیں گے جو جوتا پہننے کے لئے خریدے گا وہ ایک آدمی وہ سارے ٹیکس دے گا۔ ماچس کی ڈبیہ پہ ٹیکس ہے تو کتنی ڈبیاں خریدتا ہے امیر آدمی اسے تو ماچس کی ضرورت ہی نہیں اس کے چولہے آٹو ہوتے ہیں بٹن دبایا اور وہ جل گیا سگریٹ اگر پیتا ہے تو وہ سونے کا لائٹر رکھتا ہے وہ آپ کی دو ڈیڑھ پیسے کی ماچس دو آنے دس آنے کی نہیں خریدتا لیکن ہم جو دن بھر ایک ماچس خریدیں اس میں میٹریل دو پیسے کا ہے ماچس آپ کو دس آنے میں ملی آٹھ آنے میں ملی وہ باقی سارے ٹیکس آگئے اور اب خیر سے ہمارے ملک میں قانونی طور پر غنڈہ ٹیکس بھی لگ گیا ہے ہوا ایسے کہ حکومت صاحبہ تو رہی کوئی نا اب بازار میں جائیں جس دکان پر جائیں وہاں چار پانچ مشٹنڈے کھڑے ہیں ان کے پاس آٹو میٹک ویپنز ہیں وہ چالیس پچاس ہزار کا تو ایک ایک ویپنز ہے پانچ ویپنز پہ دو ڈھائی لاکھ روپے تو ان کی قیمت ہو گی دس بارہ بارہ ہزار وہ تنخواہ لیتے ہیں چار پانچ آدمی ساٹھ ستر ہزار وہ خرچہ ہو گیا مہینے کا تو کیا وہ غنڈہ ٹیکس نہیں ہے۔ وہ دکاندار کہاں سے دے گا۔ گاہکوں سے نہیں لے گا۔ وہ جو ان گارڈز کو تنخواہ دے رہا ہے وہ جو اس نے اسلحہ خریدا اس کے سارے پیسے وہ کہاں سے لے گا۔ انہی سے لے گا جو اس کی دکان سے سودا خریدیں گے۔ جس نے دس روپے کا خریدا اس میں پانچ کا سودا ہو گا پانچ اس پہ غنڈوں کا ٹیکس ہو گا۔

یہ سارا حال ہمارا اس لئے ہے کہ ہم اپنی دنیا جی رہے ہیں ہماری سوچ اپنی دنیوی مفادات کے گرد گھومتی ہے ہم دنیوی منافع چاہتے ہیں ہم دنیوی دوستیاں چاہتے ہیں ہم دنیا میں اپنی بڑی ہاؤ ہو بنانا چاہتے ہیں کچھ نہیں ہو گا جب تک ہم تقاضائے ایمان کے مطابق اپنے کردار کو آخرت کے لئے نہ ڈھال لیں اور اب فرض بنتا ہے ہر شہری کا کہ حکومت کو توڑ کر بنانا کوئی کمال نہیں ہے اگر حکومت کرپٹ تھی اگر حکومت بدکار تھی اگر حکومت جرم کرتی تھی تو جرائم کی تحقیق کی جائے اور جرائم پر سزا دی جائے مجرموں کو سرعام مقدمات چلائے جائیں کھلی کچہریوں میں انہیں پیش کیا جائے ہر آدمی کو سننے کی اجازت ہو لوگوں کے سامنے بات آئے کہ کس نے کتنا جرم کیا ہے اور پھر انہیں چوراہوں میں پھانسی دی جائے۔ پتہ چلے کہ غریب ہی جرم کر کے پھانسی نہیں چڑھتا امیر بھی جرم کرے تو اس کے لئے قانون ہے۔ اربوں روپے اگر لوٹ کر کھا جاتا ہے ایک آدمی آپ کہتے ہیں حکومت ٹوٹ گئی حکومت آپ نہ توڑتے تو سال ڈیڑھ سال بعد پھر ختم ہو جاتی یہ سزا تو اسے ویسے ہی مل جاتی اگر یہی سزا ہے تو آپ نے ایک سال یا ڈیڑھ سال پہلے اسمبلی توڑ دی اگر کوئی بھی نہ توڑتا تو ڈیڑھ سال بعد تو یہ خود ختم ہو جاتی پھر اسے سزا کونسی ملی یا جو دولت لوٹی گئی کیا وہ واپس آئی اگر نہیں آئی تو پھر الیکشن کرانے کا کیا فائدہ اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ غریبوں کی اشک شوئی کی جائے اور ایک

دفعہ پھر بے وقوف بنایا جائے کہ جناب ہم نے توڑ دی ہم نے توڑ دی تو آپ کی بات بنی شاباشا مٹھائی بانٹو اور ہفتے بعد وہی لوگ واپس لا کر ان کے سر پہ بٹھا دیئے جائیں پھر وہی بات ہوئی کہ وہی رہی پھر۔

ہم دعا کرتے رہے دیگیں پکاتے رہیں یا اللہ یہ حکومت ٹوٹ جائے تو پچاس سال تو ہو گئے ہمیں اس میں توڑتے بناتے' توڑتے بناتے پھر اسی ناقص میٹیریل سے پھر انہی ٹوٹی ہوئی اینٹوں سے پھر انہی گندے انڈوں سے پھر انہی چور لوگوں سے اور انہی بدکاروں سے پھر اسمبلی بن جاتی ہے تو اب خدا کے لئے آپ بھی اپنی آواز میں طاقت پیدا کریں اور پاکستان کے ہر شہری کا فرض بنتا ہے کہ اب اگر یہ موقع آیا ہے تو ہر شہری کے ذمے ہے کہ وہ اپنی آزادی کا مطالبہ کرے جاگیرداری نظام کو ختم کیا جانا چاہیے۔ جاگیریں قومی خزانے کو واپس ملنی چاہیں۔ وہ گیا جس سے انہوں نے وفا کی تھی اور جس کے صلے میں جاگیریں لی تھیں اور اس نے وہاں سے ولایت سے لا کر نہیں دیں۔ زمین اس ملک کی ہے اس ملک کے لوگوں کی ہے اور جن اداروں کی تھی ان کی ہے۔ آج اگر یہ ساری جاگیریں واپس کر کے نظام تعلیم پہ لگا دی جائیں تو دنیا کا سب سے بہترین ملک یہ بن جائے اور ہر بچہ پڑھ سکے۔ دین بھی پڑھے دنیوی علوم بھی پڑھے۔ اسے کتابیں سکول فراہم کرے' اسے گاڑیاں سکول فراہم کرے' اسے کھانا پینا سکول فراہم کرے' دنیا کے آزاد ملکوں میں جاکر دیکھو لوگ ان کو بچوں کو گاڑیاں گھر سے آکر لے جاتی ہیں۔ اگر ناشتے کا وقت ہے تو سکول میں ناشتہ ملتا ہے۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہے تو سکول میں دوپہر کا کھانا ملتا

بے سکون

آج کی دنیا خالصتاً ایک مادی اور لادینی تمدن کی طرف بڑھتی جا رہی ہے عقل کو دنگ کر دینے والی ترقی اور تہذیب و شائستگی کے باوجود کھوکھلی ہے تقلین اور تشکیک کا شکار ہے ایک مسلسل تلاش و جستجو میں حیران و سرگرداں ہے مگر سر رشتہ مقصود ہے کیا جس کے لئے انسان کا قلب و ضمیر ایک اضطراب مسلسل کا شکار ہے اور اسی اندرونی اضطراب ہی کے کچھ روپ ایسے ہیں جن سے آج کل کی اعجوبہ پسندی اور اعجوبہ کاری عبارت ہے جب گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا اور قلب و ضمیر کی خلش کم نہیں ہو پاتی روح کی پیاس بجھی نہیں آتا اور قلب و ضمیر کی خلش کم نہیں ہو پاتی روح کی پیاس بجھتی نہیں تو متمدن انسان اپنے علم و تحقیق ہی کی تعبیرات فاسدہ کے سہارے اس آواز کو دبانا چاہتا ہے اور اس داعیہ فطرت کی اہمیت و حقیقت سے انکار کی روش اپنا کر وقتی طور پر اس مسئلہ کی سنگینی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ زندگی معنویت سے انکار کر کے اپنے اضطراب کو کم کرنا چاہتا ہے۔ مگر زخم آگہی ہے اور گہرا ہوتا جاتا ہے۔

حقائق فطرت آئے دن بے نقاب ہو رہے ہیں اور علم و تحقیق کی ہر نئی سطح پر ایک نیا شعور ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔ زندگی کے نئے نئے رخ سامنے آ رہے ہیں۔

کاش خدا غریبوں کو یہ جرات دے کہ دوسرے کے کام نہیں آسکتے تو کم از کم ہم اپنے حق کی حفاظت تو کر سکیں اصل بات تو یہ ہے کہ دوسروں کے کام آیا جائے لیکن اگر اتنا نہیں ہے تو اپنی آبرو اپنے حق اپنی ذات کی حفاظت تو کر سکیں

ہے۔ کاپیاں کتابیں بستہ ہر چیز سکول سے ملتی ہے اور سکول کی گاڑی شام کو گھر اتار کے بھی جاتی ہے اگر کوئی بچے کو سکول نہ بھیجنا چاہے تو پولیس آ جاتی ہے زبردستی سکول بھجوایا جاتا ہے۔ Compulsory ہوتا ہے پڑھنا یہاں جو پڑھانا چاہتا بھی ہے اس کے لئے بھی وبال جان بن جاتا ہے اتنی فیس اتنے اخراجات اتنے تماشے وہ کہاں سے پورے کرے۔

تو اگر اللہ نے یہ موقع دیا ہے اور یہ جاگیر طبقہ دوبارہ ہمیں بے وقوف بنانے میں کامیاب نہ ہو یہ مت بھولئے کہ جن کی ٹوٹی وہ بھی جاگیردار تھے اور جنھوں نے توڑی وہ بھی جاگیردار ہیں۔ یہ ساری دشمنی اپنے اپنے مفادات کی خاطر ہے یہ جو بات میں عرض کر رہا ہوں تا یہ جاگیریں واپس لی جائیں اس کا جتنا دکھ جانے والوں کو ہو گا اس سے زیادہ دکھ ان کو ہو گا جو حکومت میں بیٹھے ہیں چونکہ ہر طرف جاگیردار ہی بیٹھا ہے۔ خواہ وہ آپ کا کوئی بھی ادارہ ہے اس کے چوٹی پہ جاگیردار ہی بیٹھا ہے تو جب تک یہ جاگیرداری کی لعنت اس قوم کے گلے سے نہیں اترتی۔ غلامی کا طوق ہمارے گلے سے نہیں اترتا تو آیئے مل کر اپنے اقتدار کے لئے انہیں دوسروں سے دولت چھیننے کے لئے نہیں خود کو بڑا منوانے کے لئے نہیں اس لئے بات کریں کہ یہ ہمارے لئے آخرت میں اللہ کے نزدیک اللہ کی رضامندی کا سبب اس خلوص سے اگر ہم کام کریں گے تو دنیا میں بھی اللہ ہمیں عزت سے زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے گا اللہ اس قوم کو شعور دے اور سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ ایک آزاد ادارہ محاسبہ کرے بغیر اس تفریق کے کہ کون حکومت میں تھا اور کون حکومت میں نہیں تھا صرف حکمرانوں کا محاسبہ نہیں مجرموں کا محاسبہ ہونا چاہیے۔ خواہ وہ اپوزیشن میں تھے۔ خواہ وہ حکومت میں تھے۔ محاسبہ ان لوگوں کا ہونا چاہیے جو قومی مجرم ہیں یہ ضروری نہیں کہ جن کی حکومت ٹوٹی انہیں پکڑ لو اور جو حکومت میں نہیں تھے انہیں چھوڑ دو نہیں اور محاسبہ کرنے کا حق اعلیٰ عدالتوں کو ہونا چاہیے سپریم کورٹ کے ججوں کا ایک پینل بنایا جائے جو آزادی سے اور فوری محاسبہ کرے یہ بھی یاد رکھیں! کہ جو انصاف تاخیر سے دیا جائے وہ ظلم سے بھی بدتر ہوتا ہے Delayed Justice جسے کہتے ہیں نا وہ انصاف جو بڑی دیر سے پہنچایا جائے وہ بہت بڑا ظلم بن جاتا ہے۔ یہاں ایک قصبے میں ایک قتل ہو گیا دو آدمی تھے۔ دو نے قتل کیا بہتر یا تہتر میں وہ بندہ قتل ہوا تھا اب وہ دو بندے چالان ہوئے سیشن میں گئے ہائیکورٹ میں گئے سپریم کورٹ میں گئے۔ مقدمہ لڑتے لڑتے انہیں بیاسی یا تراسی میں پھانسی دیا گیا۔ بیاسی اور تراسی تک ان کی زمینیں بک چکی تھیں۔ ان کی آبرو لٹ چکی تھی۔ ان کے بچے آوارہ ہو چکے تھے تو یہ انصاف ہے یا یہ ظلم ہے۔ وہ قاتل تھے انہیں پھانسی دی جانی چاہیے تھی یہ تو انصاف ہے لیکن ان کے خاندانوں کو دس بارہ سال رسوا کیا گیا ان کی آبروئیں لٹ گئیں۔ ان کے بچے آوارہ ہو گئے ان کے گھر اجڑ گئے۔ ان کی زمینیں بک گئیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے یہ سارا جو ہے وہ جو Delayed Justice تھا نا وہ ظلم بن گیا کیا یہ ممکن نہیں تھا کوئی مجسٹریٹ موقع پر جا کر انکوائری کرتا وہ مجرم ثابت ہوتے انہیں سزائے موت سناتا اور اسی گاؤں کے چوک میں لٹکا دیئے جاتے کسی کو عبرت بھی ہوتی۔

تو میرے بھائی! ایسا ادارہ بنایا جائے جس میں چار اعلیٰ عدالتوں (ہائی کورٹس) کے جج ممبر بنا دو اور سپریم کورٹ کا جج اس کا سربراہ بنا دو اور انہیں کہو انصاف کرو اور سارے جرائم اکٹھے کر کے آپ تیس دنوں میں لوگوں

کو لنکا دیجئے آپ نے نوے دن الیکشن کی مہلت رکھی ہے تو پھر ساٹھ دن جو بچیں گے وہ تیاری کر لیں گے اور اگر یہ نہیں ہوتا تو پھر الیکشن کا کوئی فائدہ نہیں پھر ایسے الیکشن کا بائیکاٹ کیا جانا چاہیے اس کا راستہ روکا جانا چاہیے اور اس سے لوگوں کو منع کرنا چاہیے ورنہ ہم پھر کئی سالوں کے لئے بک ہو جائیں گے ہم پر پھر تین چار سالوں کے لئے کاٹھی کس جائے گی ایک سوار بیٹھ جائے گا اور پھر ہمیں دوڑاتا پھرے گا اور ہم پھر دعائیں مانگتے پھریں گے اور پھر مزاروں پہ دیگیں پک رہی ہوں گی تو اس سے پہلے کہ پھر مزاروں کے پاس جانا پڑے اب موقع ہے مقابلہ کیجئے سرمیدان یہ کہئے کہ محاسبہ ہو ہمیں کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ بے نظیر کا ہو یا نواز شریف کا ہو ہم کہتے ہیں کہ فاروق لغاری صاحب سے لیکر آصف زرداری تک سب کا ہو۔ جس جس نے جرم کیا۔ جس جس کا جرم ثابت ہو۔ سب کو سزا دی جائے جو اب حکومت میں ہے جن کی حکومت گئی جو ان سے پہلے تھے۔ جس جس نے لوٹا ہے اس ملک کو۔ اس سے اس ملک کا سرمایہ واپس لیا جائے اربوں روپے کے قرضے جو بنکوں کے معاف کئے گئے تھے ان کی جائیدادیں جاگیریں بیچ کر وہ وصول کئے جائیں سارا لوٹا ہوا مال واپس لایا جائے دوسرے ممالک میں جو لوگوں کے بنک بیلنس ہیں وہ اس کو واپس دیں اس ملک کو اگر کروڑوں کی جائیداد انہوں نے وہاں انگلینڈ میں بنالی اور انگریز واپس نہیں کرتے تو انگریز کے سفارت خانے کو ہم بھی قیدی بنا لیں۔ دیں گے یا نہیں دیں گے۔ لیکن کون کرے جن کے پاس اقتدار ہے وہ تو پھر بے چارے جاگیردار ہیں۔ انگریزوں کے احسان مند اور ان کے ممنون احسان۔ کاش خدا غریبوں کو یہ جرات دے کہ دوسرے کے کام نہیں آسکتے تو کم ازکم ہم اپنے حق کی حفاظت تو کر سکیں اصل بات تو یہ ہے کہ دوسروں کے کام آیا جائے لیکن اگر اتنا نہیں ہے تو اپنی آبرو اپنے حق اپنی ذات کی حفاظت تو کر سکیں۔ جب تک ایک عام آدمی میں یہ شعور بیدار نہیں ہو گا۔ یہ کھیل چلتے رہیں گے یہ تماشے ہوتے رہیں گے۔ حکومتیں ٹوٹتی رہیں گی پھر سے جڑتی رہیں گی وہی لوگ جو کچھ پہلے اندر تھے باہر آ جائیں گے جو باہر بیٹھے تھے وہ اندر بیٹھ جائیں گے میرا آپ کا اس ملک کے غریب شہری کا حال پہلے سے بدتر ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ ہمیں اس عذاب سے پناہ دے جرات رندانہ دے شعور دے فکر دے اور اللہ توفیق دے کہ ہم یہ سارا کام آخرت کے لئے اور اللہ کی رضا مندی کے لئے کر سکیں اور اس ملک کو واقعی اسلامی ریاست بنا سکیں۔ یہاں اللہ کے دین کا انصاف ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف ہو۔ اللہ کی کتاب ہمارا قانون بنے۔

روزانہ ایک منٹ میں ہزار نیکیاں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہزار نیکیاں روزانہ کمالو؟ یہ سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک سائل نے سوال کیا ہم سے کوئی شخص کیسے نیکیاں کمائے؟ آپ نے فرمایا سو مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے تو اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں اور اس کے ہزار گناہ (صغیرہ) ختم کر دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

حضرت ابو ذرؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے۔ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں مجھے وہاں سے دی گئیں۔ یہ دوسرے کسی نبی کے حصہ میں نہیں آئیں۔

غزل

زندگی کے خواب میں زندہ ہیں ہم
اپنے ہونے کا یقین حاصل نہیں

ہر طرف لہریں بھنور گرداب ہیں
گر نہیں تو منظر ساحل نہیں

آرزوئے وصل میں تڑپا کرے
اپنے پہلو میں تو ایسا دل نہیں

بدل دو رخ بادباں کا بدل دو
سفر تیرا جانب منزل نہیں

اب بدل دو ناخدا ہی ناؤ کے
ان میں کوئی طالب منزل نہیں

اب کوئی مردِ قلندر کر تلاش
رہنما مقصود ہے قاتل نہیں

دل اجاڑے ہیں انہوں نے اے فقیر
توڑ دو سب کچھ مگر اک دل نہیں

MONTHLY

AL-MURSHED

CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریریں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
نو(۹) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5180467